سیرت ارحم امتؓ بزبان اہلِ بیتؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم



مقام سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ



مصنف

علامہ علی احمد سندیلوی
(شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ داتا دربار لاہور)

پروگریسو بکس

سیرت ارحم امت بزبان اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم

مقام سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

مصنف

علامہ علی احمد سندیلوی

شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ داتا دربار لاہور

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ اردو بازار ○ لاہور

فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

102297

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقام سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مصنف — شیخ الحدیث حضرت علی احمد سندیلوی

موضوع — سنی شیعہ کتب کی روشنی میں

پروف ریڈنگ — محمد شہباز ہجویری

پرنٹرز — آصف صدیق پرنٹرز لاہور

باراول — جون 2012ء

ناشر — چوہدری غلام رسول

قیمت ____ =/ روپے

انتساب

اولاً: فقیراپنی اس حقیرکوشش کو بڑے خلوص کے ساتھ باعثِ تخلیق کائنات امام الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین ﷺ کے نام نامی سے منسوب کرتا ہے، جن کی تعلیم وتربیت نے سیدناصدیق اکبر رضی اللہ عنہ کوشیخ الصحابہ، افضل البشر بعدالانبیاء اورخلیفہ بلافصل بنایا۔

ثانیاً: حضرت سیدی ومرشدی محدث اعظم پاکستان علامہ مولاناابوالفضل محمدسرداراحمد چشتی فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرتاہوں جن کے چہرہ کی زیارت نے میرے دل کی سیاہی کودورکرکے روشن کردیا جس سے مجھے حضورسرورانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کادین پڑھنے اورسمجھنے کاشوق پیداہوا،اورانکی مجالس وخطابات سننے سے مجھے اللہ تعالی،رسول اللہ ﷺ اوراللہ والوں کی خیرخواہی اوردین کی محبت رچابسادی اوردین کے معاملہ میں ''وتبتل الیہ تبتیلا'' کی تفسیرخوب سمجھادی۔

ثالثاً: اپنے اساتذہ گرامی قدرعلم وفضل کے درخشندہ ستاروں کی طرف منسوب کرتاہوں جن کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے سے مجھے اسلام کی سمجھ حاصل ہوئی۔

رابعاً: اپنے ان سینکڑوں اساتذہ کے نام منسوب کرتاہوں جنہوں نے مجھ پر اعتمادکرکےعلوم اسلامیہ کے پڑھنے پڑھانے اوراورادووظائف کی اجازت دیں۔

خامساً: اپنے ان ہزاروں اساتذہ کے نام منسوب کرتاہوں جن کی کتب پڑھ کر مجھے دین ودنیاکے معاملات میں کچھ نہ کچھ راہنمائی ملی۔

سادساً: ان کتب خانوں ،مالکوں،ملازموں اورفٹ پاتھ پر پرانی کتب فروخت کرنے والوں کے نام منسوب کرتا ہوں، جنہوں نے ہزاروں کی تعداد میں مجھے سستے داموں نادرونایاب کتب فراہم کیں بالخصوص جناب ابراہیم شاہ لاہور ، جناب محمد حسن لاہور، جناب محمد انور لاہور، جناب صدیقی لاہور، قاری عبدالباقی اکوڑا خٹک نے مجھ سے بہت تعاون کیا۔

سابعاً: ان احباب کے نام جنہوں نے اپنی اوردوسرے مصنفین کی لکھی ہوئی مفید کتب مجھے بطورعطیہ عنایت فرمائیں۔

ثامناً: ان محققین کے نام منسوب کرتا ہوں جن کے شوق مطالعہ اور تحقیق نے میرے ذوق وشوق مطالعہ وتحقیق کو مزید محرک کردیا۔

تاسعاً: ان مخالفین کے نام جنہوں نے مجھ پر اتہام لگائے ،اللہ کے فضل وکرم سے میں نے ان کے الزامات کی طرف توجہ نہ دی بلکہ اپنی تعلیم وتعلم میں مصروف رہا،جبکہ بیت اللہ شریف کا طواف کرنے کے دوران ان کے لیے دعا کی مولی کریم تو گواہ رہ جنہوں نے مجھ پر کسی قسم کی زیادتی کی میں نے انہیں معاف کردیا تو بھی معاف کردے اورجن پر مجھ سے زیادتی ہوگئی ہوتوانہیں توفیق دے کہ وہ مجھے معاف کردیں۔

خویدم العلم الشریف

علی احمد سندیلوی غفراللہ لہ

جامعہ ہجویریہ مرکز معارف اولیاء داتا دربار لاہور

۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ بمطابق ۲ مئی ۲۰۱۱ء قبل از نماز مغرب

فہرست

عرضِ ناشر

قارئین کرام! ہمارا ادارہ ہمیشہ کی طرح نہایت معیاری وعلمی کتب کی اشاعت میں جو شہرت رکھتا ہے اسے آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ مقام سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مصنفہ شیخ الحدیث حضرت علامہ علی احمد سندیلوی مدظلہ العالی پیشِ خدمت ہے۔حضرت علامہ سندیلوی علمی حلقوں میں تعریف وتعارف کے محتاج نہیں۔ان کی علمی وتدریسی خدمات کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔ادارہ اس سے قبل مندرجہ ذیل علمی وروحانی کتب کے تراجم شائع کر چکا ہے۔

عوارف المعارف مترجم علامہ شمس بریلوی

تاریخ الخلفاء مترجم علامہ شمس بریلوی

نفحات الانس مترجم علامہ شمس بریلوی

غنیۃ الطالبین مترجم علامہ شمس بریلوی

احیاء العلوم مترجم مولانا صدیق ہزاروی

ابوداؤد شریف مترجم مولانا صدیق ہزاروی

شمائلِ ترمذی مترجم مولانا صدیق ہزاروی

صحیح مسلم مترجم مولانا صدیق ہزاروی

آپ سے دُعائے خیر کی استدعا ہے کہ ہم مزید علمی وروحانی ہستیوں کے گرانقدر علمی کام آپ کی خدمت میں پیش کرتے رہے۔آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ حال

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

وعلی الہ وازواجہ واصحابہ اجمعین

اما بعد! یوں تو ظاہری کمالات وخوبیاں رکھنے والے دنیا میں اور بھی بہت سے لوگ گزرے ہیں مگر جو حقیقی کمالات اور ظاہری وباطنی عروج وترقی حضرت امام الانبیاء سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم اور آپ کے روحانی فیوضات سے مستفیض ہونے والے اور آپ کی نورانی تعلیمات سے فیض یافتہ اور انوار نبوت سے منور شدہ مقدس جماعت صحابہ کرام، خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے مبارک عہد میں رونما ہوئے، ان کی نظیر و مثال دنیا کی تاریخ میں مشکل بلکہ محال ہے۔ جس کو غیر مسلم مؤرخین بھی نہایت حیرت واستعجاب سے نقل کرتے ہیں۔

مسٹر گبن حیرت کے عالم میں لکھتا ہے:

"نصف صدی سے بھی کم مدت میں یہ لوگ بڑی بڑی سرسبز و شاداب حکومتوں پر غالب آ گئے"

ایک دوسرا مؤرخ لکھتا ہے:

"سامی قوموں میں سوائے عرب مسلمانوں کے ہم کسی کو نہیں جانتے کہ وہ یورپ میں فاتحانہ داخل ہوئے ہوں"

ان تمام کامرانیوں اور کامیابیوں کا اصل راز صحابہ کرام وخلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا اپنے مالک ومولائے حقیقی جل شانہ اور اس کے حبیب مکرم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سچی فرماں برداری اور حقیقی جان نثاری کے جذبے میں باہمی اتفاق واتحاد اور اخوت ومحبت ہی تھا۔ جو کہ ان حضرات کو دنیا و آخرت میں بلند مقامات اور اعلیٰ مراتب پر فائز ہونے کا موجب بنا اور ان حضرات کا ہی مبارک زمانہ ہر دور و ہر قرن میں آنے والی نسلوں کیلئے ایک نمونہ اور لائحہ عمل چھوڑ گیا کہ اگر مسلمان اپنے دین کی صحت وسلامتی اور دنیاوی عروج وترقی اور اخروی نجات وسرخ روئی چاہتے ہیں تو اس کیلئے صرف یہی ایک راہ اتباع نبوی اور اتحاد واتفاق کی ہے۔ جس پر کہ شاگردانِ وخادمانِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم، حضرت عثمان ذوالنورین، حضرت علی حیدر کرار و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل پیرا ہو کر اپنے مولائے حقیقی اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کر کے دنیا کی تاریخ میں ایک بے نظیر نمونہ اپنے پیچھے چھوڑا۔

موجودہ دور کے مسلمانوں کا اب بھی یہی فرض ہے کہ وہ باہمی اتفاق واتحاد اور اخوت ومحبت کے نورانی طریقے پر گامزن ہو کر تمام اختلافی تاریکیوں سے نجات حاصل کر کے منزل مراد پر مظفر ومنصور ہو جائیں۔

مگر بعض ناعاقبت اندیش رات دن غلط پروپیگنڈے اور تقریریں کر کے عام مسلمانوں کے اتفاق واتحاد میں رخنہ اندازی محض پیٹ پرستی اور زر اندوزی کے حقیر مقصد کیلئے کرتے پھرتے ہیں۔ اور خلفائے راشدین جیسے پاک باز انسان جو کہ رات دن، صبح وشام ہر امر میں شریک عمل اور ایک دوسرے کے مشیر کار تھے۔ ان کے درمیان اختلاف ونزاع اور بغض وعداوت دکھانے کی سعی لاحاصل اور لایعنی جدو جہد کرتے پھرتے ہیں۔ جن بزرگان دین وائمہ ہدیٰ ونجومِ ہدایت ونمونۂ کمالاتِ نبوت اور تربیت یافتگان کا حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے تزکیہ وتصفیہ فرمایا تھا ان کی صداقت وعدالت، دیانت وامانت پر شک وشبہ کرنا درحقیقت فیوض وبرکات وانوارِ نبوت سے ناواقفیت وبے خبری ہے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین اول خلیفہ اول بلا فصل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا اسد اللہ الغالب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان بغض وکینہ اور عداوت کی بناوٹی حکایات اور من

102287

گھڑت روایات پر اعتماد کر کے ان مقدس ہستیوں کو محض زمانہ ساز اور ابن الوقت لوگوں کی طرح دفع الوقتی کرنے والا حیلہ جو سمجھنا دراصل ایمان کی حقیقت و حقانیت سے لاعلمی و بے سمجھی کا نتیجہ ہے۔ جب کہ حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت ہونا اور مال و وظائف لینا۔ ان کے ساتھ اٹھنا۔ بیٹھنا۔ کھانا۔ پینا۔ سلام و کلام کرنا۔ مشورے لینا دینا اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھنا' غرضیکہ ہر طرح کے معاملات و عبادات میں شریک ہونا کتب معتبرہ اور روایات صحیحہ موثقہ سے ثابت ہے۔ اگر سیدنا حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا امام ائمۃ الھدیٰ بھی العیاذ باللہ بطور پالیسی ملے جلے رہے۔ تو پھر ایمان و یقین' حق و صداقت کا نام و نشان کبھی کسی کو ڈھونڈے سے بھی نہ ملے گا۔

ہم اپنے بھائیوں کی خیر خواہی کے پیش نظر وہ واقعات و حوالہ جات پیش کرتے ہیں جن سے روز روشن کی طرح واضح ہوگا کہ زمانۂ نبوی کے انتہائی سخت مصیبت کے وقت جو دو رفیق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت کا حق بجالانے کیلئے کمر بستہ تھے ان کے باہمی تعلقات کس قدر عقیدت و محبت اور اتفاق و اتحاد پر مبنی تھے؟

راقم الحروف علی احمد سندیلوی کو حضرت حافظ خواجدین مدظلہ العالی مہتمم جامعہ' جماعتیہ حیات القرآن پاپڑ منڈی لاہور نے فرمایا ہے کہ یوم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے موقع پر شائع کرنے کیلئے آٹھ صفحات پر مشتمل ایک کتابچہ مرتب کریں۔ دوسرے علمی مشاغل کی وجہ سے اس طرف متوجہ ہونے میں تاخیر ہوگئی۔

نہیں' بلکہ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ میں اپنی بے بضاعتی اور کم علمی کی بناء پر افضل البشر بعد الانبیاء ارحم امت' محسن امت' بلکہ محسن خاتم الانبیاء کی ذات والا صفات کی سیرت پر آٹھ صفحات لکھنے کی ہمت نہیں پاتا تھا۔ لیکن حضرت حافظ صاحب کے بار بار اصرار نے مجھے اس عظیم مقصد کو یوں پورا کرنے کا حوصلہ دیا اور ان کے خلوص و محبت نے میرے لئے آسان کر دیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد سب سے بڑی شخصیت پر کچھ تحریر کروں' اس طرح گویا یہ کتابچہ علی احمد سندیلوی نے نہیں بلکہ بھلائی پر رہنمائی کرنے والا ایسے ہی ہے جیسے کہ وہ خود کرنے والا ہے' حافظ خواجدین نے لکھا ہے۔

کیونکہ الدال علی الخیر کفاعلہ

چنانچہ سنی شیعہ کتب سامنے رکھ کر لکھنا شروع کیا' اللہ تعالیٰ کے فضل اور رسول کریم ﷺ کے کرم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صداقت کے طفیل یہ مختصر مجموعہ مرتب ہوگیا' اس کا نام میں نے ''سیرت ارحم امت بزبان اہل بیت نبی رحمت ﷺ' المعروف مقام سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رکھا ہے۔

اس مختصر کی ترتیب کا مقصد مناظرہ و مباحثہ و مجادلہ نہیں' بلکہ اپنے مذہب اور مسلک کی وضاحت اور صحابہ کرام بالخصوص سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق جو غلط فہمیاں پھیلائی جاتی ہیں اور فرضی افسانے بنا کر ان مقدس اور واجب الاحترام ہستیوں پر جو طعن کئے جاتے ہیں' ان کی مدافعت کرنا مقصود ہے۔ مسلمان بھائیوں سے التماس ہے کہ وہ اس مختصر کتابچہ کا نہایت ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ مطالعہ فرمائیں اور جو حق پائیں اس کو قبول کریں۔ مجھے امید ہے کہ یہ کتابچہ جو اہل بیت نبی ﷺ سے محبت و عقیدت رکھتے ہیں' لیکن مخالفین اصحاب رسول ﷺ کے زہریلے اور غلط پروپیگنڈے سے ان کے دلوں پر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کی مقدس جماعت کے خلاف نفرت و تاریکی کے بادل چھا گئے ہیں۔ ان کی تاریکی دور کر کے راہ راست پر لانے میں روشنی و ہدایت کا منار ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور اپنے حبیب معظم ﷺ کے صدقہ سے ہمیں حق سمجھنے اور اس کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے آمین بحرمت سید المرسلین۔

احقر علی احمد سندیلوی

۸-۱-۱۹۹۴ بروز منگل

۳ جمادی الثانیہ ۱۴۱۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

افضل البشر بعد الانبیاء

سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

نام، کنیت، لقب

عبداللہ نام، ابوبکر کنیت اور عتیق لقب تھا۔

والد کا نام و کنیت

عثمان نام ابو قحافہ کنیت تھی۔

والدہ کا نام و کنیت

سلمٰی نام اور کنیت ام الخیر تھی۔

والد کا والدہ سے خاندانی رشتہ

آپ کی والدہ سابقہ خاندانی رشتہ سے آپ کے والد کی چچازاد بہن تھیں۔ (طبقات ابن سعد)

سلسلۂ نسب

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قریش کی ایک شاخ تمیم سے تعلق رکھتے تھے۔ والد کی طرف سے

نسب نامہ یہ ہے۔ عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن محمد بن سعد بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ ہے اور والدہ ماجدہ کا نسب نامہ یہ ہے۔ سلمٰی بنت صخر بن عمرو بن کعب۔ (ابن جریر طبری: ص ۶۱۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبی تعلق

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سلسلۂ نسب چھٹی پشت میں مرہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

والد ماجد کا معاشرہ میں مقام

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ماجد حضرت ابو قحافہ مکہ کے معزز لوگوں میں سے تھے اور کافی عمر رسیدہ تھے۔ اوران کی تین اولادیں تھیں' ایک حضرت ابو بکر اور دو لڑکیاں جن کے نام ام فروہ اور قریبہ ہیں۔ ام فروہ کا نکاح پہلے قبیلہ ازد کے ایک شخص سے ہوا جس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی' پھر ان کا نکاح تمیم الداری سے ہوا جو پہلے عیسائی تھے' پھر ۹ھ میں مدینہ منورہ آکر مسلمان ہوئے' حضرت ام فروہ نے جب اسلام قبول کرلیا تو میاں بیوی میں تفریق ہوگئی اوراس کے بعد ان کا نکاح اشعث بن قیس سے ہوا' آپ کی دوسری بہن قریبہ کا نکاح حضرت قیس بن عبادہ الانصاری سے ہوا جو بلند پایہ صحابی اور اپنے عہد کے بڑے مدبر اور شجاع تھے۔ (صدیق اکبر: ص ۲۷' سعید احمد اکبر آبادی ناشر مکتبہ رشیدیہ کراچی)

حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ ابتداً جیسا کہ بوڑھوں کا قاعدہ ہے۔ وہ اسلام کی تحریک کو بازیچۂ اطفال سمجھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ کا بیان ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر گیا' وہاں حضرت ابو قحافہ موجود تھے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس طرف سے گذرتے ہوئے دیکھ کر نہایت برہمی سے کہا کہ ان بچوں نے میرے لڑکے کو بھی خراب کردیا۔ (الاصابہ ج۴ ص ۲۲۱)

قبولِ اسلام

حضرت ابو قحافہ فتح مکہ تک نہایت استقلال کیساتھ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے۔ فتح مکہ

کے بعد جب رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے، وہ اپنے فرزند سعید حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے، آنحضرت ﷺ نے ان کے ضعف پیری کو دیکھ کر فرمایا کہ انہیں کیوں تکلیف دی میں، خود ان کے پاس پہنچ جاتا۔ اس کے بعد آپ نے نہایت شفقت سے ان کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور کلمات طیبات تلقین کر کے مشرف باسلام فرمایا۔ (ایضاً ص ۲۲۲)

عمر مبارک

حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ نے بڑی عمر پائی۔ آنحضرت ﷺ کے بعد اپنے فرزند ارجمند حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد بھی کچھ دنوں تک زندہ رہے، ۹۷ برس کی عمر میں وفات پائی۔ (ایضاً ص ۲۲۲)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ

حضرت ام الخیر سلمٰی رضی اللہ عنہا کو ابتدا ہی میں حلقہ بگوشان اسلام میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ ان سے پہلے صرف انتالیس اصحاب مسلمان ہوئے تھے۔ یہ قلیل جماعت باعلان اپنے اسلام کا اظہار نہیں کر سکتی تھی اور نہ مشرکین و کفار کو ببانگ دہل دین مبین کی دعوت دی جا سکتی تھی۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی والدہ اور اعزہ کو اسلام کی دعوت دیتے رہے، آخر دار ارقم میں اپنی والدہ کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت حاضر ہوئے اور آنحضرت ﷺ سے عرض کی کہ میری والدہ حاضر ہیں، ان کو راہ حق کی ہدایت کیجئے آنحضرت ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور وہ مشرف باسلام ہو گئیں۔

(الاصابہ: ج ۸ ص ۲۲۹)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ولادت

آپ کی ولادت عام الفیل کے ڈھائی برس بعد ہوئی یعنی سن ہجری کے آغاز سے پچاس برس چھ مہینے قبل آپ آنحضرت ﷺ سے کم و بیش تین برس چھوٹے تھے۔ اس حساب سے ۵۷۱ء آپ کا سن پیدائش قرار پاتا ہے۔ (صدیق اکبر ص: ۲۸)

لقب عتیق کی وجہ تسمیہ

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا:

انت عتیق اللّٰہ من النار

تم اللہ کی طرف سے دوزخ سے آزاد ہو۔ (ترمذی، ج ۲ ص ۲۱۴)

اسی وقت سے آپ کا لقب عتیق پڑ گیا۔ اس کے علاوہ بھی حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے صاف تصریح ہے کہ عتیق آپ کا لقب ہی تھا۔ (طبری: ج ۲ ص ۶۱۵)

لقب صدیق کی وجہ تسمیہ

آپ کا دوسرا لقب صدیق تھا۔ بعض لوگ اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اس کی زیادہ صحیح وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے شب معراج میں جبریل امین سے پوچھا کہ میری قوم میں اس واقعہ کی تصدیق کون کرے گا۔ انہوں نے جواب دیا کہ "ابو بکر" آپ کی تصدیق کریں گے، وہ صدیق ہیں۔ (طبقات ابن سعد)

پیشہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عہد جاہلیت میں بڑے پیمانہ پر کپڑے کی تجارت کرتے تھے، اس سلسلہ میں آپ نے شام اور یمن کے متعدد سفر بھی کیے تھے۔

پہلا سفر

آپ نے پہلا سفر اٹھارہ سال کی عمر میں کیا۔ (الاصابہ واسد الغابہ)

دور جاہلیت میں مرتبہ ومقام

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عقل وفہم، اصابت رائے اور حلم وبردباری میں مشہور تھے۔ اسلئے اوشناق کی خدمت ان کے سپرد تھی۔ یعنی اگر کوئی قتل ہو جاتا تھا تو قاتل سے دیت دخون بہا لینے کا معاملہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے متعلق ہوتا تھا۔ اگر آپ قاتل کی طرف سے ضامن ہو جاتے تو اس کا

اعتبار ہوتا تھا' کسی اور کی ضمانت معتبر نہیں تھی۔ (صدیق اکبر:ص ۲۹)

علم الانساب

علم الانساب والاخبار کے آپ ماہر تھے۔

شعر گوئی

ایک روایت ہے کہ شعر بھی کہتے تھے۔ مگر اسلام کے بعد شعر گوئی ترک کر دی تھی۔ ابن سعد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرثیہ میں آپ کے کچھ شعر نقل کئے ہیں۔

فطرت سلیمہ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فطرت شروع سے ہی سلیم تھی۔ چنانچہ آپ کو اسلام سے پہلے بھی بت پرستی سے نفرت تھی اور شراب کو برا جانتے تھے۔ اس قسم کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ شراب نوشی میں نقصان آبرو ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں ابونعیم کے حوالہ سے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول نقل کیا ہے۔

لقد حرم ابو بکر الخمر' علی نفسه فی الجاهلية

ابوبکر نے عہد جاہلیت میں بھی شراب اپنے اوپر حرام رکھی۔

دور جاہلیت میں سنت ابراہیمی پر عمل

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی چند برس کی عمر شریف ہوئی کہ پرتو شان خلیل اللہی بت خانہ میں بت شکنی فرمائی' ان کے والد ماجد ابو قحافہ رضی اللہ عنہ (کہ وہ بھی صحابی ہیں) اس زمانہ میں انہیں بت خانہ لے گئے اور بتوں کو دکھا کر کہا:

هذه الهتك الشر العلى فاسجد لها

یہ تمہارے بلند و بالا خدا ہیں انہیں سجدہ کرو۔

وہ تو یہ کہہ کر باہر گئے' سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قضائے مبرم کی طرح بت کے سامنے تشریف لائے اور براہ اظہار عجز صنم و جہل صنم پرست ارشاد فرمایا:

انی جائع فاطعمنی

میں بھوکا ہوں مجھے کھانا دے دو۔

وہ کچھ نہ بولا' فرمایا:

انی عار فاکسنی

میں ننگا ہوں مجھے کپڑا پہنا۔

وہ کچھ نہ بولا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک پتھر ہاتھ میں لیکر فرمایا: میں تجھ پر پتھر ڈالتا ہوں۔

فان کنت الھا فامنع نفسك

اگر تو خدا ہے تو اپنے آپ کو بچا۔

وہ اب بھی نرا بت بنا رہا' آخر بقوت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پتھر پھینکا کہ وہ خدائے گمراہاں منہ کے بل گرا' والد ماجد واپس آئے تو یہ ماجرا دیکھ کر کہا:

اے میرے بچے! یہ کیا کیا؟ فرمایا: وہی جو آپ دیکھ رہے ہیں' وہ انہیں ان کی والدہ ماجدہ حضرت ام الخیر رضی اللہ عنہا کے پاس (کہ وہ بھی صحابیہ ہوئیں) لے کر آئے اور سارا واقعہ ان سے بیان کیا' انہوں نے فرمایا:

اس بچے سے کچھ نہ کہو۔ جس رات یہ پیدا ہوئے میرے پاس کوئی نہ تھا' میں نے سنا کہ ہاتف کہہ رہا ہے "یا امة اللّٰه علی التحقیق بشیری بالولد العقیق اسمه فی السماء الصدیق لمحمد صاحب و رفیق" "اے اللہ کی سچی لونڈی! تجھے خوش خبری ہو اس آزاد بچے کی جس کا نام آسمانوں میں صدیق ہے' محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یار و رفیق ہے۔

(تنزیہ المکانۃ الحیدریہ عن وصمۃ الجاہلیۃ: ص ۱۳ از امام احمد رضا بریلوی' ناشر بزم عاشقان مصطفیٰ' لاہور)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق پر

آپکا مزاج اور افتاد طبع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم سے کس درجہ مشابہ اور قریب تھا؟ اس کی دلیل اس سے زیادہ اور کیا ہوگی کہ ایک موقع پر ابن الدغنہ نے آپ کے وہی اوصاف وکمالات بیان کئے ہیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پہلی وحی کے نزول کے موقعہ پر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کئے ہیں۔ وہ یہ ہیں آپ غریبوں کی مالی امداد کرتے ہیں' صلہ رحمی کرتے ہیں' اپاہجوں کا سہارا

ہو اور حق کی طرف سے حوادثات کا مقابلہ کرتے ہو۔ (صدیق اکبر: ص ۳۴)

بچپن کے دوست

ہم عمری کے ساتھ اسی ہم طبعی اور مزاجی توافق کا نتیجہ تھا کہ آپ میں اور آنحضرت ﷺ میں دوستی تھی۔ حافظ ابن حجر نے میمون بن مہران کا قول نقل کیا ہے ابو بکر تو رسول اللہ ﷺ پر بحیرا راہب کے واقعہ کے بعد سے ہی ایمان لے آئے تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غالباً حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی سفر شام میں آنحضرت ﷺ کے ہمراہ تھے۔ (ایضاً ص ۳۰)

حضور ﷺ کے نکاح میں واسطہ

آنحضرت ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا میں نکاح کی جو گفتگو ہوئی تھی اس میں بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ واسطہ تھے۔ (الاصابہ: ج ۲ حرف العین ص ۳۳۵)

اسلام کے بعد

یہ تعلق اس قدر گہرا ہوگیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''ہم پر کوئی دن ایسا نہیں گزرا جبکہ آنحضرت ﷺ ہمارے گھر صبح و شام نہ آئے ہوں۔ (صحیح بخاری: مطبوعہ مجتبائی ج ۱ ص ۵۵۲)

قبولِ اسلام

آنحضرت ﷺ کو جب خلعت نبوت عطا ہوئی اور آپ نے مخفی طور پر احباب مخلصین اور محرمان راز کے سامنے اس حقیقت کو ظاہر فرمایا تو مردوں میں سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ بعض ارباب سیر نے ان کے قبول اسلام کے متعلق بہت سے طویل قصے نقل کئے ہیں۔ لیکن یہ سب حقیقت سے دور ہیں، اصل یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آئینہ دل پہلے سے صاف تھا۔ فقط خورشید حقیقت کی عکس افگنی کی دیر تھی۔ گذشتہ صحبتوں کے تجربوں نے نبوت کے خدو خال کو اس طرح واضح کر دیا تھا کہ معرفت حق کیلئے کوئی انتظار باقی نہ رہا۔

اولیتِ اسلام کی روایات میں اختلاف

اول مسلمان ہونے میں بعض مورخین اور اہل آثار نے کلام کیا ہے۔ بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اسلام لانا سب سے پہلے ہے۔ بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اولیت کا فخر حاصل ہے اور بعض کا خیال ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہو چکے تھے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں ایسے اخبار و آثار بھی بکثرت موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اولیت کا طغرائے شرف و امتیاز صرف اسی ذات گرامی کیلئے مخصوص ہے، جس کا نام نامی اسم گرامی ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) ہے۔

روایات میں تطبیق

محققین نے ان مختلف احادیث و آثار میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا عورتوں میں، حضرت علی رضی اللہ عنہ بچوں میں، حضرت زید رضی اللہ عنہ غلاموں میں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آزاد اور بالغ مردوں میں سب سے اول مومن ہیں۔ (فتح الباری: ج ۷ ص ۱۳۰)

اشاعت اسلام

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسلمان ہونے کے ساتھ ہی دین حنیف کی نشرواشاعت کے لئے جدو جہد شروع کردی اور صرف آپ کی دعوت پر حضرت عثمان بن عفان، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت طلحہ بن عبداللہ جو معدن اسلام کے سب سے تاباں و درخشاں جواہر ہیں مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت عثمان بن مظعون، حضرت ابو عبیدہ، حضرت ابوسلمہ اور حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہم بھی آپ ہی کی تبلیغ سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

اسلام میں سب سے پہلی گھریلو مسجد

آپ نے اپنے صحن خانہ میں ایک چھوٹی سی مسجد بنائی تھی اور اس میں نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ آپ نہایت رقیق القلب تھے، قرآن پاک کی

تلاوت فرماتے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے' لوگ آپ کی گریہ وزاری کو دیکھ کر جمع ہو جاتے اور اس پر اثر منظر سے نہایت متاثر ہوتے۔ (بخاری باب الہجرۃ النبی ﷺ وصاحبہ الی المدینہ)

غلاموں پر قریش کے مظالم اور حضرت ابوبکر کی دادرسی

دعوت اسلام کے اسی پرآشوب دور میں حضرت ابوبکر صدیق آنحضرت ﷺ کے دست راست اور قوت بازو تھے جنہوں نے زندگی کا ہر سانس دعوت ربانی کی نشر واشاعت اور اس کے استحکام وتقویت کیلئے وقف کر رکھا تھا۔ ایک طرف وہ ناموران قریش کو جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے کھینچ کھینچ کر اسلام کی طرف لاتے تھے۔ اور دوسری طرف ان غریب و بے کس غلاموں کی داد رسی وگلوخلاصی اپنے مال سے کرتے تھے۔ جو دعوت حق کے قبول کر لینے کے جرم میں قریش کے ظلم وستم کا نشانہ بنتے تھے۔

سفر ہجرت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنے ہمراہ لیا' امام حسن عسکری کی تفسیر منتہی الکلام اور ''بحار الانوار'' میں مروی حدیث میں ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کو خدا تعالیٰ نے ہجرت کے وقت فرمایا کہ ابوبکر کو ساتھ لے لو۔ یاد رہے کہ مذکورہ بالا دونوں کتابیں شیعوں کی بڑی معتبر کتب میں سے ہیں' ان میں ہے۔

فانه ان انسك وساعدك وازرك وثبت علی تجاهدك وتعاقدك كان فی الجنة من رفقائك۔

اگر وہ تجھ سے موانست کرے گا اور تیری مدد کرے گا اور تجھے قوت دے گا اور تجھ سے اپنے عہد وپیان پر قائم رہے گا تو جنت میں تیرے رفیقوں میں سے ہوگا۔

چنانچہ جب رسول کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

ارضیت ان تکون معی یا ابا بکرٍ تطلب کما اطلب وتعرف بانك انت الذی یحملنی علی ما ادعیه فتحمل عنی انواع العقاب۔

اے ابوبکر! کیا تو اس بات سے راضی ہے کہ میرے ساتھ ہو جائے اور تو اسی طرح تلاش کیا جائے کہ تو ہی مجھے میرے دعویٰ پر جو میں نے کیا ہے ابھار رہا ہے اور تو میری وجہ سے طرح طرح کے مصائب برداشت کرے؟

اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا:

"یارسول اللّٰہ" اما لو عشت عمر الدنیا اعذب جمیعا اشد عذاب لم تنزل علی موت صریح ولا فرح و کان ذلك فی محبتك فکان ذلك احب الی من ان انعم فیھا وانا مالك الجمیع ممالك ملو کھا فی مخالفتك وھل انا وما لی و اھلی الا فداك' فقال رسول اللّٰہ ﷺ لاجرم ان اطلع اللّٰہ علی قلبك ووجد ما فیہ موافقاً لماجری علی لسانك جعلك منی بمنزلہ السمع والبصر والراس من الجسم وبمنزلة الروح من البدن"

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کو جواب دیا' اگر میں دنیا کی عمر بھی پاؤں اور اس ساری عمر میں شدید ترین عذاب اٹھاؤں۔ مجھے راحت دینے والی موت آئے تو نہ کوئی خوشی حاصل ہو اور ایسا آپکی محبت میں ہو تو یہ مجھے اس سے بھی زیادہ محبوب ہے کہ میں آپکی مخالفت میں تمام دنیا کے بادشاہوں کی ملکیتوں کا مالک ہو جاؤں اور میں اور میرا مال اور میرے گھر والے سب آپ پر قربان ہوں۔اس پر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے تیرے دل میں اطلاع پائی ہے اور اس نے تیرے دل میں وہ کچھ پایا جو تیری زبان سے جاری ہوا تو تجھے مجھ سے بمنزلہ میری سنوائی اور بینائی اور بمنزلہ سر کے جسم سے اور بمنزلہ روح کے بدن سے بنادیا ہے۔ (تفسیر امام حسن عسکری' بحار الانوار: ج ۶)

بار نبوت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر

شیعوں کی معتبر و مشہور کتاب حملہ حیدری میں ہے "نبی علیہ السلام جب ہجرت کی رات ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچے اور ان کے کان میں سفر کی آواز دی۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر سے فوراً نکلے اور ہمراہ ہوئے جب بیابان کا کچھ حصہ طے ہوا تو نبی علیہ السلام کے پائے مبارک زخمی ہو گئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کو اپنے کندھے پر سوار کرلیا۔ اور یہ بہت تعجب کی بات ہے۔

مشہور شیعہ مصنف "حملہ حیدری" میں لکھتے ہیں:

(۱) ز نزدیک آں قوم پر مکر رفت
بسوئے سرائے ابو بکر رفت
''نبی علیہ السلام اس پُر مکر قوم کے نزدیک سے گذرتے ہوئے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے۔''

۲) پئے ہجرت اونز آمادہ بود
کہ سابق رسولش خبرداده بود
''صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کیلئے آمادہ تھے' اس لئے کہ نبی علیہ السلام اس سے پہلے آپ کو خبر دے چکے تھے۔''

(۳) نبی بردر خانہ اش چوں رسید
بگوشش ندائے سفر در کشید
''نبی علیہ السلام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور آپ کو سفر ہجرت سے مطلع کیا۔''

(٤) چوں بوبکر زاں حال آگاہ شد
زخانۂ بروں رفت و ہمراہ شد
''جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس حال سے مطلع ہوئے تو گھر سے نکلے اور نبی علیہ السلام کے ہمراہ روانہ ہوئے۔''

(٥) بغار اندروں تاسہ روز و سہ شب
بسر برد آں شاہ بفرمان رب
''نبی علیہ السلام تین شب و روز اللہ کے حکم سے غار میں قیام پذیر رہے۔''

(٦) شدے پدر بوبکر ہنگام شام
ببردے در آں غار آب و طعام
''صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بیٹا شام کے وقت ان کیلئے کھانا اور پانی لاتا تھا۔''

(۷) نمودے ہم از حال اصحاب شر
حبیب خدائے جہاں را خبر
''وہ کفار مکہ کے حالات سے نبی علیہ السلام کو مطلع کرتا۔''

(۸) نبی گفت پس پدر بوبکر را
کہ اے چوں پدر اہل صدق و صفا
''نبی علیہ السلام نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو فرمایا کہ اے وہ شخص جو باپ کی طرح صدق وصفا کا پیکر ہے۔''

(۹) دو جمازہ باید کنوں راہ دار
کہ مارا رساند بہ یثرب دیار
''اب دو مضبوط شتر چاہئیں جو ہمیں یثرب (مدینہ منورہ) پہنچادیں۔''

(۱۰) برفت از برشی پدر بوبکر زود
بد نبال کاریکہ فرمودہ بود
''صدیق رضی اللہ عنہ کا بیٹا جلد ہی اس کام کیلئے روانہ ہوگیا۔ جس کام کا حکم نبی علیہ السلام نے دیا تھا۔''

(۱۱) ہم از اہل دین بر یکے جملہ دار
برو کرد راز نبی آشکار
''صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے ایک صحابی کو نبی علیہ السلام کے حکم سے مطلع کیا۔''

(۱۲) از حملہ دار ایں سخن شنود
دو جمازہ در دم مہیا نمود
''اس صحابی نے جب یہ حکم سنا تو فوراً دو تیز گام شتر پہنچا دیئے۔''

(مقام صحابہ شیعہ مذہب کی کتب کی روشنی میں :ص ۲۹، ۳۰ از حکیم فیض عالم صدیقی)

حضور علیہ السلام کو شانوں پر اٹھانے کا ذکر مشہور شیعہ عالم غزوات حیدری کے مصنف مرزا بازل نے بھی کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

ہرگاہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم دولت سرائے سے نکلے تو پہلے در خانہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ پر آئے۔ کس واسطے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مطلع کردیا کہ ہمارے ساتھ چلنا۔ پس آپ نے آواز دی اور گھر سے بلا کر اپنے ہمراہ لیا۔ جب شہر سے باہر نکلے تو یثرب کا راستہ پیش نظر تھا۔ حضرت رسول نے نعلین مقدس کو پاؤں سے نکال لیا۔ اور پابرہنہ راستہ سفر ہوئے یہ حال دیکھ کر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت

محمد ﷺ کو اپنے شانے پر بیٹھایا اور تھوڑی دور چلے' ناگاہ صبح کے آثار نمودار ہوئے۔ مجبوراً لب راہ ایک جائے پناہ تلاش کی اور دشت میں ایک غار نظر آئی جسے عرب کے لوگ غار ثور کہتے تھے۔ آخر کار بوجہ خوف اس غار میں پناہ لی۔ پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے۔ وہاں بہت سوراخ دیکھے تو آپ نے اپنی قبا پھاڑ پھاڑ کر سوراخ بند کیے۔ ایک سوراخ رہ گیا تو مردانہ وار اپنا پاؤں اس میں استوار کیا' پھر نبی ﷺ بھی غار میں تشریف فرما ہوئے۔ اور آسودہ ہو کر بیٹھے۔

(غزوات حیدری: ص ٦٨)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غار ثور میں

نبی علیہ السلام غار میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے۔ کسی سوراخ میں سانپ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو ڈس لیا مگر وہ یار غار نے اف تک زبان پر نہ لایا۔

(ثبوت نبوت از ڈاکٹر انور حسین ص ۱۳۱ سطر ۱۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گواہی کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غار میں تھے

مشہور شیعہ عالم ملا باقر مجلسی نے خرائج کے حوالہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔

روی ان ابن الکوأ قال لعلی امن کنت حیث ذکر اللّٰہ ابابکر فقال ثانی اثنین اذھما فی الغار فقال ویل لك کنت علی فراش رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

ابن کواء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ اس وقت کہاں تھے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اور فرمایا وہ دو میں سے دوسرا تھا۔ جبکہ دونوں غار میں تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تجھ پر افسوس! میں حضور ﷺ کے بستر پر تھا۔ (بحار الانوار: ج ٦ ص ٥۴۵/٥۴٦)

واقعہ ہجرت قرآن حکیم میں

آیئے! اب اس واقعہ ہجرت کو قرآن حکیم کی زبان سے سنئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الا تنصروه فقد نصره الله اذ اخرجه الذين كفروا ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبه لاتحزن ان الله معنا فانزل الله سکینته علیه وایده بجنود لم تروھا وجعل کلمة الذین کفروا السفلی و کلمة الله ھی العلیا۔

(سورۃ توبہ:۴۰)

''اگر تم اللہ کے رسول کی مدد نہ کرو گے تو اس کی اللہ نے مدد کی ہے۔ جس وقت اسے کافروں نے نکالا تھا کہ وہ دو میں سے دوسرا تھا۔ جب وہ دونوں غار میں تھے۔ جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا۔ کہ غم نہ کھا' بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ نے اپنی طرف سے اس پر تسکین اتاری اور اسکی مدد کی ان لشکروں سے جن کو تم نے نہیں دیکھا۔ اور کافروں کی بات کو نیچا کر دیا' بات تو اللہ کی بلند ہے۔''

بعض شبہات اور ان کے جوابات

بعض لوگوں نے اعتراضات کئے ہیں بمع ان کے جوابات کے ذکر کئے جاتے ہیں۔

سوال: مذکورہ بالا آیت میں تسکین کا اتارنا رسول اللہ ﷺ پر ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر نہیں۔

جواب: ① ایسے لوگ معارف قرآنی سے واقف معلوم نہیں ہوتے۔ ورنہ اتنی سی بات بھی سمجھ نہیں آ سکتی۔ کہ گھبرائیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اللہ تعالیٰ تسکین اتارے سرور کائنات ﷺ پر جو مطمئن ہیں۔ یہ تو قاعدہ کے ہی خلاف ہے۔

دلائل کی روشنی میں اہلسنت کا یہ نظریہ صحیح ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب کفار کو جو در غار پر آ پہنچے تھے' دیکھا تو اس خیال سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صدمہ نہ پہنچے اندوہ گین ہوئے' تب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "لا تحزن ان الله معنا" کچھ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اور مَعَنَا جس میں ضمیر جمع متکلم کی ہے۔ اس لئے فرمایا کہ اس معیت الٰہی میں ابوبکر بھی شریک ہوں۔ پس پیغمبر اسلام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی اپنی اس معیت میں شامل کر لیا۔

(۲) شیعہ حضرات اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اظہار حزن کر کے گناہ کیا جبھی تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے روکا۔

جواب: کوئی ان نا آشنا و ناانصافوں سے پوچھے کہ اگر غم کرنا یا ڈرنا گناہ ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگروں سے مقابلہ کرتے وقت کیوں ڈر گئے تھے۔؟ آخر اللہ تعالیٰ نے ''لاتخف انك انت الاعلی'' (اے موسیٰ! ڈریئے نہیں آپ ہی غالب ہونگے) فرما کر ان کا ڈر دور فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ نے معجزات عطا کر کے فرمایا کہ جابر فرعون اور اس کی قوم کو نصیحت کیجئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فوراً عرض کیا:

''اخاف ان یقتلون'' مجھے خوف ہے کہ وہ مجھے قتل کر ڈالیں گے۔

پھر جب دونوں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام فرعون کے سامنے جانے سے گھبرائے تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر ''لاتخافا اننی معکما'' تم دونوں مت ڈرو میں تمہارے ساتھ ہوں دونوں کا ڈر دور ہو گیا۔

پس غور کا مقام یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام باوجود نبوت کے خوف کریں۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے اس خوف پر ان کو عتاب نہ ہو۔ اور ان کی نبوت میں فرق نہ آئے تو اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو بالاتفاق نبی نہ تھے۔ خوف کیا تو کیا گناہ کیا؟

بلکہ جس طرح خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو ''اننی معکما'' فرما کر مطمئن کر دیا، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ان اللہ معنا'' فرما کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مطمئن کر دیا۔

علاوہ ازیں جابجا قرآن مجید میں خوف کے الفاظ انبیاء کرام علیہم السلام کی نسبت وارد ہیں مفسرین اور فریقین (شیعہ سنی) نے ان کے ظاہری معنی مراد لئے ہیں۔ اور کسی نے بھی خوف کو معصیت اور گناہ، نقص میں شمار نہیں کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کیا کہو گے کہ جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کیساتھ کھانا نہ کھایا تو وہ فاوجس منھم خیفۃ۔ (۷۰/۱۱، ۶۷/۲۰، ۲۸/۵۱)

ان سے دل میں ڈر گئے۔

(اس خیال سے کہ کہیں یہ لوگ بدی سے پیش نہ آئیں کیونکہ نمک نہیں کھاتے)۔

تب ملائکہ نے کہا۔ لا تخف انا ارسلنا الی قوم لوط ''اے ابراہیم! آپ کچھ خوف نہ کریں اور ہم سے نہ ڈریں۔ ہم لوط (علیہ السلام) کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔''

(۳) شیعہ حضرات کا یہ اعتراض بھی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ راز فاش کرنے کیلئے روئے

اور ہائے ہائے کرنے لگے کہ حزن کے یہی معنی ہیں۔اور وہ دشمنوں سے ملے ہوئے تھے۔ انہوں نے دشمنوں کو اطلاع دینے کیلئے کبھی پاؤں باہر کیا اور سانپ کے ڈسنے سے پیچھے ہٹایا، اور کبھی روئے چلائے تاکہ دشمن آواز سن لیں، لیکن وہ کسی طرح کامیاب نہ ہو سکے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ ہائے ہائے کرنا اور زور زور سے چلانا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہیں بھی ثابت نہیں ہے۔ اسلئے قرآن مجید سے تو حزن کرنا ثابت ہے اور حزن کے معنی نوحہ و فریاد کے نہیں ہیں۔ غم کے ہیں، ہماری نہیں مانتے تو خود اپنے مفسرین کی بات تسلیم کرلیں۔ ان کی تفسیر خلاصۃ المنہج میں اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔:

''چوں گفت پیغمبر یار خود را اندوہ مخور'' جب کہا پیغمبر ﷺ نے اپنے یار کو غم مت کھا۔

رہا یہ سوال کہ دشمنوں سے ملے ہوئے تھے اور مختلف طریقوں سے ان کو باخبر کرنا چاہتے تھے کہ وہ غار میں چھپے ہوئے ہیں۔

یہ اعتراض بالکل بے ہودہ ہے۔ اگر یہ بات تھی تو ان کو آپ جناب ﷺ کے ساتھ شامل ہونے کی کیا مصیبت پڑی تھی؟ پھر جب وہ غار میں تھے اور دشمن بالکل قریب پہنچ گئے تھے تو رونے کے بجائے کیا' وہ باہر نکل کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہاں گرفتار نہیں کرا سکتے تھے؟ اس وقت ذرا کھنکار دینا ہی اطلاع کیلئے کافی تھا۔ ایسے لوگوں پر حیرت ہے کہ جو ایسی باتیں منہ سے نکالتے وقت ذرا خیال نہیں کرتے کہ لوگ ہماری عقل و دانش کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے؟

اس اعتراض کے جواب میں سید مہدی علی خاں صاحب جو پہلے شیعہ تھے۔ بعد میں سنی ہوئے اپنی کتاب ''آیات بینات'' کے صفحہ ۷۶ میں کیا خوب رقمطراز ہیں۔

''اگر کوئی ذرا بھی غور کرے تو موافق اصول عقائد شیعوں کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت حزن و خوف کا اطلاق ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے اگر وہ اقرار کریں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حقیقت میں خائف تھے تو ہم پوچھتے ہیں کہ ان کو اپنی جان کا اندیشہ اور اپنے اوپر تکلیف پہنچنے کا ڈر تھا یا پیغمبر ﷺ کے ایذا و مصیبت کا خوف؟

اگر ان کو اپنی جان کا خوف تھا تو یہ قول باطل ہو جاتا ہے۔ کہ وہ دشمنوں سے ملے ہوئے تھے اور راز فاش کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے کہ اگر وہ کافروں سے ملے ہوئے ہوتے تو پھر ان کو کیا ڈر ہوتا؟

اور اگر کافروں سے ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ ان کو کافروں کی طرف سے خیال اپنے اوپر ایذا پہنچنے کا تھا تو اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

ایک یہ کہ کفار بسبب ایمان اور رفاقت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایسی دشمنی رکھتے تھے کہ ان کے قتل کے در پے تھے۔ تو اس سے وہی بات ثابت ہوئی جس کا ہم (سنی) دعویٰ کرتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارادہ کبھی بھی راز فاش کرنے کا نہ تھا۔ اس لئے کہ جن لوگوں سے خود ان کو خوف تھا اور جن کے ڈر سے غار میں چھپے ہوئے تھے' ان ہی پر اپنا راز ظاہر کرتے اور اپنے آپ کو معرض ہلاکت میں ڈالتے اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خوف پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) پر صدمہ پہنچنے کا تھا تو یہ خوف ہزار اطمینان سے بہتر ہے۔ اور ایسے عیب پر ہزار بار قربان ہیں۔ اور ایسے خوف کو حضرات شیعہ نے گناہ کہا' اگر کفر بھی سمجھیں تو کیا فرق پڑتا ہے ہم ایسے خوف کو ثواب تو درکنار ہزار ایمان سے بہتر سمجھیں گے۔ اور سمجھتے ہیں اور اسی خوف سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صدیقیت کا اعتقاد کریں گے۔ اور کرتے ہیں۔

اس لئے کہ اگرچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جان اور سلامتی پر یقین کامل تھا۔ مگر جب انہوں نے دیکھا کہ شاہ ہر دوسرا' بادشاہ دین و دنیا ایک غار تنگ و تاریک میں رونق افروز ہے۔ اور جس طرح چاند کسی وقت ابر میں چھپ جاتا ہے۔ اسی طرح ماہ نبوت غار میں چھپا ہوا ہے اور جس کا مقام صدرۃ المنتہیٰ سے بھی اوپر ہے وہ ایک تنگ جگہ میں قیام فرما ہے' تو یہی حالت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل کو پارہ پارہ کرتی تھی اور ان کو بے چین کر رہی تھی۔

چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پہلے خود غار میں جانا اور اس کو صاف کرنا اور سب سوراخوں کو اپنی قباء چاک کر کے بند کرنا اور پھر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلانا اور اپنے زانوں پر سلانا' اس پر شاہد ہے اور پھر ایسی دردناک حالت میں جب انہوں نے کفار کو در غار پر دیکھا تو بخیال ایذائے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو کچھ صدمہ ان کے دل پر ہوا ہوگا۔ اس کو وہی جانتے ہیں یا وہ عاشق جانے جس کا معشوق اس کے سامنے کسی تکلیف وایذا میں مبتلا ہو۔ اور دشمن اس کے سر پر حملہ آور ہوتے ہوں' اس وقت کوئی اس عاشق مسکین کی کیفیت دیکھے کہ اس وقت وہ اضطرار میں ہوتا ہے یا وہ اطمینان سے بیٹھا رہتا ہے۔ جس کو عشق و محبت کی خبر ہی نہ ہو' وہ عاشق صادق کے خوف و اضطراب پر طعنہ نہ کرے تو کیا کرے؟

اے بھائیو! ذرا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ محبت تو پیدا کرو۔ پھر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانثاروں پر لگا ہوا الزام دیکھو مگر جب تم کو محبت ہی نہیں ہے تو تم اس کی حقیقت کیا جانو؟

تو نازنین جہانے و ناز پروردہ
ترا ز سوز درون و نیاز ما چہ خبر
چو دل بہ مہر نگاری منہ بستۂ ے
ترا ز حالت عشاق بے نوا چہ خبر

"یعنی: اے ہمارے معشوق! تو ناز ونعمت میں پرورش یافتہ ایک جہاں کا معشوق ہے۔ تجھ کو ہماری عاجزی اور دل کی جلن کی کیا خبر؟ اے چاند سے چہرے والے ہمارے محبوب! جب تو نے کسی معشوق کی محبت میں اپنے دل کو قید نہیں کیا۔ تو تجھے کیا خبر کہ بچارے عاشقوں پر کیا گزرتی ہے؟"

شیعوں کے گھر کی گواہی

اس سوال کا جواب شیعوں کے مشہور عالم قاضی نور اللہ شوستری کی زبانی سنیئے' وہ کہتے ہیں:

"جناب شیخ درجواب نوشتہ کہ ایں کلمات نہ مذہب علمائے شیعہ است بلکہ عوام واوباش بطریق استہزا گویند اگر رسول شب نماز از ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ترسید پس بایستے کہ ہر سہ را ز ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ باخود بردے' پس چنانکہ پیغمبر پنہانی میرفت ابوبکر رضی اللہ عنہ مے رفت وبہم حال رفتن محمد ﷺ وبردن ابوبکر رضی اللہ عنہ بے فرمان خدا نبودہ (مجالس المومنین مطبوعہ ایران ص ۲۱۰ بروایت شیخ اجل عبدالجلیل قزوینی)

شیخ نے جواب میں لکھا کہ یہ الفاظ کہ ابوبکر از خود ساتھ ہوئے تھے۔ یا رسول اللہ ﷺ ان سے افشائے راز کا اندیشہ کرتے تھے۔ علمائے شیعہ کا مذہب نہیں۔ بلکہ عوام اوباش بطور تمسخر کہتے ہیں۔ اگر رسول اللہ ﷺ نماز میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ڈرتے تھے تو عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی ڈرتے تھے۔ پس چاہئے تھا کہ تینوں کو ہمراہ لے جاتے اور جس طرح پیغمبر دوسروں سے چھپ کر گئے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بھی چھپ کر جاسکتے تھے۔ بہر حال! محمد ﷺ کا جانا اور ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ لے جانا حکم خدا نہ تھا۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کا لقب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا

شیعہ عالم ملا باقر مجلسی امام ابوعبداللہ سے روایت کرتے ہیں:

عن ابی عبداللہ سئل جعلت فداك سمی رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم ابا بکر الصدیق قال نعم

ابوعبداللہ سے ایک سائل نے پوچھا کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو 'الصدیق' کا نام دیا تھا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! امام ابوعبداللہ نے ان لوگوں کی تردید کردی جو کہتے ہیں ۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ''صدیق'' کالقب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں' لوگوں نے دیا تھا۔

(بحار الانوار: ج ٦ ص ٥٤٤)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی ''صدیق'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی تھے

علامہ طبرسی شیعہ نے اپنی کتاب الاحتجاج میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث درج کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کنا معه ای مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی جبل حراء اذ تحرك الجبل فقال له قر فانه لیس علیك الا نبی وصدیق وشهید"

ہم یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حراء نامی پہاڑ پر تھے کہ اچانک پہاڑ میں جنبش ہوئی۔اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ کو فرمایا: کہ قرار پکڑ! کیونکہ تجھ پر سوائے ایک نبی' ایک صدیق' اور ایک شہید کے اور کوئی نہیں۔

صحیح بخاری میں یہ حدیث ان الفاظ میں آتی ہے:

عن انس بن مالك ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صعد اُحُداً و ابوبکر و عمر و عثمان فرجف بهم فقال اثبت احدا فانما علیك نبی و صدیق وشهیدان

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم ایک مرتبہ احد پہاڑ پر چڑھے تو اس میں جنبش ہوئی آپ نے فرمایا: اے

احد! اپنی جگہ پر مضبوط رہ کیونکہ تجھ پر نبی، صدیق، اور دو شہید ہیں۔

(صحیح بخاری: باب بدء الخلق، باب فضل ابی بک

سید نور محمد بخش قہتانی جن کا روحانی سلسلہ امام علی رضا سے ملتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفسی
آیات قرآنی کا نمونہ درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وفی قوله تعالیٰ " الذي جآء بالصدق وصدق به" قال علي علیہ السلام والذی جاء بالصدق محمد صلی الله علیه وآله وسلم وصدق به ابوبکر الصدیق رضی الله عنهٗ۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے ارشاد کہ جو صداقت لیکر آیا اور جس نے تصدیق کی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو صدق لے کر آیا وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جس نے انکی تصدیق کی وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ (بحر الاولیاء ص ۴۷)

صدیق اکبر سادات کے نانا

شیعوں کی معتبر کتاب (کشف الغمہ، ص ۲۲۰) میں ہے:

محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب امه ام عبدالله بنت الحسن بن علی بن ابی طالب واسم ولده جعفر و عبدالله وامها ام فروه بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی الله عنهٗ

محمد بن علی (امام باقر) کی والدہ کا نام ام عبداللہ بنت حسن ہے اور انکے بیٹوں کا نام جعفر اور عبداللہ ہے جن کی والدہ کا نام ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ (امام جعفر صادق اور انکے بھائی عبداللہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پرنواسے ہیں)۔

امام جعفر صادق کے نزدیک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق ہیں

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے آپ کے ایک مرید نے سوال کیا کہ کیا تلوار کا جڑاؤ کرنا جائز ہے۔ آپ نے فرمایا: جائز ہے۔ اس لئے کہ "قد حلی ابوبکر الصدیق سیفه بالفضة" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی تلوار کو چاندی سے جڑاؤ کیا تھا۔ اس مرید نے کہا، کیا آپ

ابوبکر کو ایسا (یعنی صدیق) کہتے ہیں، اس پر روایت میں وارد ہے۔

فوثب الامام من مکانه وقال نعم الصدیق نعم الصدیق فلا صدق الله قوله فی الدنیا والاخرة

اس پر امام اپنی جگہ سے اچھلے اور کہا، ہاں! وہ صدیق ہے، ہاں! وہ صدیق ہے۔ جو اسے صدیق نہ کہے، اللہ تعالیٰ اس کی بات کو دنیا و آخرت میں سچا نہ کرے

(کشف الغمہ عن معرفۃ الائمہ (علی بن عیسیٰ)

قارئین کرام! آپ فیصلہ کریں کیا وہ شیعہ حضرات کہتے ہیں جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ مسلمان ماننے کیلئے بھی تیار نہیں۔ یا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ جو آپ کو صدیق فرمارہے، بلکہ آپ کو صدیق نہ ماننے والوں کو بددعا دے رہے ہیں۔ فاعتبروا یااولی الالباب

(تفسیر مجمع البیان، طبری: ج ۸ ص ۲۶۸ مطبوعہ شرکۃ المعارف الاسلامیہ)

"والذی جاء بالصدق وصدق به" کی تفسیر میں مصنف لکھتا ہے:

"وقیل الذی جاء بالصدق رسول الله وصدق به ابوبکر یعنی اللہ کے فرمان "جاء بالصدق" سے مراد حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور "صدق به" سے مراد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

خلفاء ثلاثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان، آنکھ اور دل ہیں

شیعہ عالم ملا باقر مجلسی نے عیون الرضا کے حوالہ سے حضرت امام حسین بن علی سے یہ حدیث نقل کی ہے:

عن الحسین بن علی علیہ السلام قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ان ابابکرٍ منی بمنزلة السمع وان عمر منی بمنزلة البصر و ان عثمان منی بمنزلة الفؤاد، فلما کان من الغد دخلت الیه وعنده امیر المومنین علیہ السلام وابوبکر و عثمان رضی الله عنهم فقلت له یا ابت سمعتك تقول فی اصحابك هولآء قولاً فما هو فقال علیہ السلام نعم ثم اشار الیهم فقال هم السمع والبصر والفؤاد۔

امام حسین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے میرے کان کی جگہ پر ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے میری آنکھ کی جگہ پر ہیں۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مجھ سے میرے دل کی جگہ پر ہیں۔ جب دوسرا دن آیا' تو میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ آپکے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا' اے میرے ابا! میں نے آپ سے کل آپ کے ان اصحاب کیبارے میں یوں فرماتے سنا' فرمایا: ہاں! پھر انکی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: وہ میرے کان' آنکھ اور دل ہیں۔ (بحار الانوار ج۹ ص ۱۱۷)

دین کیلئے آنکھ اور کان

اسی طرح کی ایک حدیث حاکم نے حذیفہ بن یمان سے روایت کی ہے جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دور دراز ملکوں میں مبلغ بھیجنے کی خواہش کی' حاضرین نے عرض کی' ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ موجود ہیں' آپ نے فرمایا:

انه لاغناء لی عنهما انهما من الدّین کا لسمع والبصر۔

ان دونوں سے میں مستغنی نہیں ہوں وہ دونوں دین کیلئے کان اور آنکھ کی طرح ہیں۔

صحابہ میں صدیق کے لقب سے مشہور تھے

شیعہ کی معتبر کتاب اخبار الرجال میں یہ روایت ہے۔

حدثنا ایوب بن نوح عن صفوان عن عاصم بن حمید عن فضیل الرسان قال سمعت ابا داود وهو یقول حدثنی بریدة الاسلمی قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یقول ان الجنة تشتاق الی ثلثة قال فجاء ابوبکر فقیل یا ابابکر انت الصدیق وانت ثانی اثنین انهما فی الغار فلو سالت رسول الله من هؤلاء حوالثلثة قال انی اخاف ان اساله فلا اکون منهم فیعیرنی بنوتیم۔

قال ثم جاء عمر فقیل له یا ابا حفص ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان الجنه

تشتاق الی ثلثة وانت الفاروق الذی ینطق الملك علی لسانك فلو سألت رسول الله من هٰولآء الثلثة فقال انی اخاف ان اسئاله فلا اکون منهم فیعیرنی بنو عدی۔ (رجال کشی:ص۲۰)

حضرت بریدہ الاسلمی فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جنت تین اشخاص کی مشتاق ہے۔ اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے' آپ سے کہا گیا۔ اے ابوبکر! آپ صدیق اور ثانی اثنین اذھما فی الغار ہیں۔ پس آپ رسول اللہ ﷺ سے ان تینوں کے بارے میں سوال کریں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے ڈر ہے میں آپ سے سوال کروں اور ان میں سے نہ ہوں تو مجھے بنو تیم عار دلائیں گے۔

فرمایا: پھر عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے' انہیں کہا گیا اے ابوحفص! رسول اللہ ﷺ نے تین شخصوں کے بارے فرمایا ہے کہ جنت ان کی طرف مشتاق ہے۔ اور آپ فاروق ہیں۔ آپ کی زبان پر فرشتہ کلام کرتا ہے۔ پس اگر آپ ان شخصوں کے بارے رسول اللہ ﷺ سے سوال کریں۔ آپ نے فرمایا: مجھے ڈر ہے کہ میں ان میں سے نہ ہوں تو مجھے بنو عدی ان سے عار دلائیں۔

اس روایت سے کم از کم اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں صحابہ کرام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ثانی اثنین اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فاروق کے لقب سے مشہور معروف تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل امت ہیں

حضرت محمد بن حنفیہ کی روایت ہے کہ میں نے اپنے والد (علی رضی اللہ عنہ) سے پوچھا:

ای الناس خیر بعد النبی ﷺ قال ابو بکر قلت ثم من قال عمر۔

(بخاری: کتاب بدء الخلق' باب فضل ابوبکر)

حضرت محمد بن حنفیہ نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے نبی ﷺ سے پوچھا' لوگوں میں سے کون افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر'

میں نے کہا پھر کون؟ فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کا مشورہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کے پیغام کا مشورہ دیا۔ (جلاء العیون اردو: ص ۱۶۸، ۱۶۹)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز کی خریداری

جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری بیٹی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لئے جہیز خریدنے پر مقرر فرمایا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں چند صحابہ کو بازار بھیجا جن میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خوشبو خریدنے پر مقرر فرمایا: عمار بن یاسر اور دیگر صحابہ کو دوسرا سامان خریدنے کیلئے بھیجا۔ جب سامان خرید چکے تو کچھ سامان ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اٹھایا اور باقی سامان دیگر صحابہ نے اٹھایا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر ایک چیز اپنے ہاتھ میں لیتے اور ملاحظہ فرماتے اور دعا کرتے کہ خداوندا! یہ چیزیں میری اہل بیت پر مبارک ہوں۔ (جلاء العیون: ج ۱ ص ۱۷۳)

بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں

جنہوں نے اپنی پیاری بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نکاح محبوب خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ (حیات القلوب: ج دوم ص ۲۷۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آپ سے عقیدت

جن کے مقدس نام پر علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک بیٹے کا نام ابوبکر رکھا۔ جو میدان کربلا میں اپنے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے پہلے شہید ہوئے۔

(جلاء العیون: ۲۱۴، روضۃ الشہید ص ۲۶۶، ایضاً ۲۱۹)

اللہ تعالیٰ کی معیت

جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہمراہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غار ثور میں تھے۔ اور دشمن وہاں پہنچے تو اس وقت

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو غم ہوا کہ کہیں دشمن رحمت عالم ﷺ کو تکلیف نہ پہنچائیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے میرے محبوب! ا [illegible] غار کو فرمادو۔

لا تحزن ان اللہ معنا

غم نہ کر بے شک اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔

(ترجمۂ مقبول: ص ۳۶۴ پارہ ۱۰ سورۃ توبہ)

جب خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر لوگوں نے بیعت کی تو آپ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے مختلف شہروں میں خطوط لکھے۔ جن میں ایک خط آپ نے حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا وہ یہ تھا۔

"مجھے انہی لوگوں نے بیعت کی ہے جنہوں ابوبکر اور عمر اور عثمان سے بیعت کی تھی، لہٰذا نہ تو حاضر کے لئے حق باقی رہ گیا ہے کہ وہ بیعت میں اختیار سے کام لے اور نہ غیر حاضر کے لئے حق ہے کہ وہ بیعت سے روگردانی کرے۔ شوریٰ تو مہاجرین و انصار کے لئے ہے، اگر انہوں نے کسی آدمی کے انتخاب پر اتفاق کرلیا اور اسے امام قرار دے دیا تو یہ اللہ کی اور پوری امت کی رضا مندی کیلئے کافی ہے۔"

(نہج البلاغہ: مطبوعہ لاہور ج ۲ ص ۴۰۔ نہج البلاغہ: مصری ج ۳، نہج البلاغۃ: فیض الاسلام مطبوعہ تہران ص ۸۳۱)

خلفاء ثلاثہ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہلِ بیت کے مابین خوشگوار تعلقات

شیعہ و سنی حضرات کی متفق علیہ روایات اور ائمہ اہل بیت کی مستند احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خلفاء ثلاثہ اور حضرت علی اور ان کے اہل بیت کے مابین خوشگوار شیریں تعلقات قائم تھے۔ یہ ان کے لئے شفیق اور خیر خواہ تھے۔ اور اس کی تائید قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے کہ وہ سب "اشداء علی الکفار رحماء بینھم" کے پورے پورے مصداق تھے۔ یعنی کفار پر سخت اور آپس میں رحیم و شفیق۔

حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت متصلہ کی پیشگوئی

احادیث میں شیخین کی خلافت بلافصل کی پیشگوئی موجود ہے اور تفاسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت کی پیشگوئی فرمادی ہے۔

شیعہ کی معتبر تفسیر قمی سورۃ تحریم کی تفسیر میں یہ روایت نقل ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اپنی زوجہ مکرمہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

ان ابا بکرٍ یلی الخلافة من بعدی ثم بعدہ ابوك۔

بیشک میرے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ خلافت پائیں گے پھر اس کے بعد تیرے والد (حضرت عمر رضی اللہ عنہ)۔ (تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۷۶)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ السلام سے پوچھا آپ کو کس نے بتایا: تو حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "الله اخبرنی" مجھے اللہ نے بتایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کی خواہش نہ تھی

نہج البلاغۃ اور مستند روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کی کوئی خواہش نہ تھی، چنانچہ نہج البلاغہ میں ان کا ارشاد یوں نقل ہے:

ومن کلام له علیہ السلام لما قبض رسول الله ﷺ خاطبه العباس و ابوسفیان وفی ان یبایعا بالخلافة فقال: ایها الناس شقوا امواج الفتن سفن النجاة وعرجوا عن طریق المنافرة وضحوا تیجان المفاخرة۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کلام ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اور عباس اور ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے آپ سے درخواست کی کہ ان کی خلافت کی بیعت کریں۔فرمایا: اے لوگو! نجات کی کشتیوں کے ساتھ فتنہ کی موجوں سے بچو اور باہمی نفرت پھیلانے سے جدا ہوجاؤ اور ایک دوسرے پر فخر جتانے کا تاج اتار پھینکو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے خلاف فتنہ پیدا نہ کرو۔ ان کی خلافت نجات کی کشتی ہے۔ اب میری بیعت مسلمانوں میں نفرت پھیلانے کا طریق ہے۔ اس سے پرہیز کرو اور تمہارا جو خیال ہے کہ خلیفہ عبد مناف کی اولاد میں کیوں نہ ہوا؟ بنی تیم سے کیوں ہوا؟ یہ غرور اور فخر کا طریقہ ہے۔ اس فخر کے تاج کو سر سے اتار دو اور بنی تیم کو اپنے مقابلہ میں کم مت سمجھو۔

پھر فرمایا:

افلح من نهض بجناح او استسلم فاراح

وہ شخص کامیاب ہو گیا جو قوت بازو کے ساتھ اٹھا یا اطاعت کی اور راحت دی۔

مطلب یہ کہ کامیابی دو قسم کے آدمیوں کو ہے۔ ایک وہ جو قوت کے ساتھ خلافت کا بوجھ اٹھانے کیلئے کھڑا ہوا۔ اور دوسرے وہ جس نے اطاعت کی اور کوئی فتنہ کھڑا نہ کیا اور اپنی جان کو اور سب مسلمانوں کو فتنوں سے بچا کر راحت دی۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"ومجتبی الثمرة بغیر وقتِ اِینَا عِهِمَا کالزارع بغیر ارضه"

اور ایسے وقت میں پھلوں کا چننے والا جب کہ ان کی پختگی کا وقت نہیں آیا' ایسے شخص کی طرح ہے جو غیر کی زمین میں کھیتی بوتا ہے۔

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی خلافت کا وقت معلوم تھا۔ غالباً آپ کو پیشگوئی وہ معلوم ہوگی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہونے والے تھے جس کا تفسیر قمی کے حوالہ سے ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔

شیعوں کی تفسیر (مجمع البیان ج ۵ ص ۳۱۴ مطبوعہ تہران) میں یہی مضمون نقل ہے۔

اس پیشگوئی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ بلافصل قرار دیا گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ ابھی میری خلافت کا وقت نہیں آیا۔ (نہج البلاغہ نواں خطبہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بوجہ خدائی فیصلہ کے راضی تھے

چنانچہ فرماتے ہیں:

رضینا عن اللّٰہ قضائہ، وسلمنا لہ امرہ اترانی اکذب علی رسول اللّٰہ ﷺ واللّٰہ لا انا اولمن صدقہ فلا اکون اول من کذب علیہ فنظرت فی امری فاذا اطاعتی سبقت بَیْعَتِیْ واذا المیثاق فیعنقی لغیری

ہم اللہ کی تقدیر پر راضی ہیں اور ہم نے اسکا معاملہ اسی کے سپرد کردیا ہے۔ اے مخاطب! کیا تو سمجھتا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھوں گا واللہ! ایسا نہیں ہوسکتا۔ میں نے سب سے پہلے ان کی تصدیق کی ہے، پس میں سب سے پہلیان پر جھوٹ بولنے والا نہیں بنوں گا۔ پس میں نے اس معاملہ پر غور کیا تو یکا یک یہ معلوم ہوا کہ بیعت کرنے سے پہلے مجھ پر اطاعت واجب ہوچکی تھی۔ میری گردن پر میرے غیر کیلئے عہد و پیمان ہوچکا ہے۔

خلافت گدلا پانی اور گلو گیر کرنے والا لقمہ ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ کس طرح خلافت کیلئے مارے مارے پھر سکتے تھے جبکہ وہ اس کی مذمت کررہے ہیں، نہج البلاغہ میں ہے کہ جب حضرت عباس اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے آپ کی بیعت کرنے کو عرض کیا تو آپ نے یہ بھی فرمایا تھا:

ھذا مآء اجن ولقمۃ یحص بھآء اکلھا۔

یہ ایک گدلا پانی اور ایسا لقمہ ہے جو کھانے والے کے گلوگیر ہوکر رہے گا۔

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۵۔ بعض نسخوں میں نمبر ۹ ہے)

ظفر مہدی نقوی نصیر آبادی شیعہ نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے، یہ خلافت تو ایک گندہ پانی ہے اور وہ لقمہ ہے جس کے کھانے والے کو اچھو ہوجاتا ہے۔

(شیعہ بھی عجیب لوگ ہیں ایک طرف تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول لکھتے ہیں کہ خلافت گدلا پانی ہے، دوسری طرف خلافت کے حصول کیلئے آپ بلکہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو حصول خلافت کیلئے انصار و مہاجرین کے دروازوں کے چکر لگواتے ہیں۔ اور خلافت کی بھیک مانگتے دکھاتے ہیں۔ اہل انصاف کیلئے غور کا مقام ہے)۔ (سندیلوی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر برضاورغبت بیعت

شیعہ کی کتاب منارالھدیٰ میں مذکور روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد لوگ مرتد ہونے لگے تو میں نے برضاورغبت خود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان کی بیعت کرلی۔اور جہاد میں حصہ لیا۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

فمشیت عند ذالك الی ابی بکرٍ وبایعته ونهضت فی تلك۔

میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اورانکی بیعت کی اور انکے ساتھ جہاد میں شامل ہوا۔

مجھے چھوڑ دو

حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کا ارادہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا''دعونی وسعوا غیری'' مجھے چھوڑ دواور میرے سوا کسی اور کو(خلافت کیلئے)ڈھونڈو۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۹۰)

ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو نہ تو منصوص خلیفہ سمجھتے تھے۔ نہ خلافت کی خواہش رکھتے تھے۔ورنہ یہ نہ فرماتے کہ مجھے چھوڑ دو' کسی اور کو خلافت کیلئے تلاش کرو۔وہ یہ سمجھتے تھے کہ خلافت سابقون اولون مہاجرین و انصار کے مشورہ سے قائم ہوتی ہے' نہ ان لوگوں کی بیعت کرنے سے جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ظلماً شہید کیا تھا۔اس کلام کا آخری فقرہ یہ ہے۔

وان ترکتمونی فانا کاحدکم ولعلی اسمعکم واطوعکم لمن ولیتموہ امرکم وانا لکم وزیراً خیر لکم منی امیراً۔

تم میرا پیچھا چھوڑ دو گے تو میں بھی تم میں سے ایک ہوں گا اور امید ہے کہ تم سے زیادہ اس شخص کا حکم ماننے والا اور اسکی اطاعت تم سے زیادہ کرنیوالا میں ہوں گا جسکو تم اپنا امیر بناؤ گے اور میں تمہارا امیر بننے سے تمہارا وزیر بننا بہتر سمجھتا ہوں۔(ایضاً)

حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت قبول کرنے پر راضی نہ تھے انہیں اس پر مجبور کیا گیا

علی البحرانی شیعہ مصنف نے اپنی کتاب منار الھدیٰ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ تقریر بھی نقل کی ہے، جب لوگ بیعت کیلئے آپ کے پاس گئے تو فرمایا:

حتی اذا انقسمتم علی عثمان اتیتموہ فقتلتموہ ثم جئتمونی لتبایعونی فابیت علیکم وامسکت یدی فنازعتمونی ولبسطتم یدی فکففتھا و مددتموھا فقبضتھا وازدحمتم علی حتی ظننت ان بعضکم قاتل بعضٍ او انکم قاتلی فقلتم بایعنا لانجد غیرك ولا نرضی الا بك بایعنا لانفترق ولا تختلف فبا یعتکم و دعوت الناس الی بیعتی فمن بایع طوعاً قبلته ومن ابی لم اکرھہ وترکتہ۔

یہاں تک کہ تم نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے دشمنی کی، پھر اسکا محاصرہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ پھر تم میرے پاس آئے کہ تم میری بیعت کرو تو میں نے انکار کر دیا، اور اپنے ہاتھ کو تمہاری بیعت لینے سے بند رکھا مگر تم نے مجھ سے جھگڑا کیا اور میرا ہاتھ آگے نکالنا چاہا تو میں نے اسے پیچھے کو کھینچا، تم نے مجھ پر بھیڑ کی یہاں تک کہ میں نے سمجھ لیا کہ تم ایک دوسرے کو قتل کرنے والے ہو، یا یہ کہ ضرور تم مجھے قتل کر ڈالو گے۔ پھر ہم نے کہا کہ تیرے سوا ہم کسی کو (بیعت کے لائق) نہیں پاتے اور کسی اور پر ہم راضی بھی نہ ہونگے، آپ ہماری بیعت لے لیں، ہم متفرق نہیں ہونگے اور اختلاف نہیں کریں گے۔ تب میں نے تم سے بیعت لے لی اور لوگوں کو بھی اپنی بیعت کی دعوت دی جس نے اپنی خوشی سے بیعت کی میں نے قبول کر لی اور جس نے میری بیعت سے انکار کر دیا، میں نے اسے بیعت پر مجبور نہیں کیا اور اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ میں اس وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں خود چل کر پہنچا، یعنی مجھ پر کسی نے جبر نہیں کیا اور میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ (منار الھدیٰ ص ۳۷۳)

الا حداث حتی زاغ الباطل وزهق وکانت کلمة الله هی العلیا ولو کره الکافرون فتولی ابوبکرٍ تلك الامور وسدد وقاربواقتصد و صحبته مناصحا واطعته فی ما اطاع الله فیه جاهداً وماطمعت ان لوحدث به حدث ویرد الی الامر الذی بایعته فیه۔

(منار الهدیٰ ص ۲-۱۳ از علی البحرانی (۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء۔)

اور میں نے ان حادثات میں یہاں تک سرگرمی سے حصہ لیا کہ باطل پسپا ہو گیا اور شکست کھا گیا اور اللہ کا کلمہ بلند ہوا۔ اگرچہ کافروں کو ناپسند ہوا' پھر حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے ان امور پر قابو پالیا اور آپ نے درست مضبوط اور میانہ روی کا طریق اختیار کیا اور میں نے پوری خیر خواہی کیساتھ آپکا ساتھ دیا اور میں نے ان امور میں آپ کی اطاعت کی انتہائی کوشش کی جن میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ۔ اور مجھے یہ طمع نہیں ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو کوئی حادثہ پہنچے اور خلافت کا امر میری طرف لوٹ آئے' جسکی میں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

حضرت علی ؓ اور حضرت زبیر ؓ کا مشورہ

حضرت علی ؓ نے حضرت زبیر ؓ کے ساتھ مل کر بھی یہی فیصلہ کیا تھا کہ حضرت ابوبکر ؓ خلافت کے سب لوگوں سے زیادہ حق دار ہیں۔

چنانچہ روایت ہے:

قال علی وزبیر ماقضینا الا فی المشورة وانا لنری ابا بکرٍ احق للناس بها انه لصاحب الغار وانا لنعرف سننه ولقد امره رسول الله ﷺ بالصلوٰة بالناس وهوحی۔

حضرت علی اور حضرت زبیر ؓ نے کہا کہ خلافت کے بارہ میں ہم نے یہی طے کیا کہ یہ مشورہ سے ہونی چاہیے اور یہ کہ حضرت ابوبکر ؓ کو سب لوگوں سے زیادہ اس کا حقدار پاتے ہیں اور حضرت رسول کریم ﷺ نے انہیں حکم دیا تھا کہ

وہ آپ کی زندگی میں لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید الشیعی ج ۱ ص ۷۵)

اس عبارت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی تین دلیلیں ہیں۔

سقیفۂ بنی ساعدہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت

طبری نے حبیب بن ابی ثابت کے اسناد سے روایت کی ہے:

ان علیا کان فی بیته فاتی الیه الخبر عن جلوس ابی بکر للبیعة فخرج فی قمیص ما علیه ازار ولا رداء عجلاً کراهیته ان یبطئ عنهٔ حتی بایعه ثم جلس الیه وبعث فاحضر ثوبه وتخلله ولزم مجلسه۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر میں تھے جب انہیں یہ خبر پہنچی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیعت کیلئے بیٹھے ہیں۔ تو آپ صرف ایک قمیص میں، ازار اور چادر پہنے بغیر جلدی سے نکل پڑے، اس امر کو ناپسند کرتے ہوئے کہ کہیں بیعت سے پیچھے نہ رہ جاؤں۔ یہاں تک کہ بیعت کرلی۔ پھر آپکے پاس بیٹھے رہے اور ایک آدمی کو بھیجا جس نے آپکے کپڑے لا کر دیئے اور انہیں پہن لیا اور آپکی مجلس میں بیٹھنے کا التزام کیا۔ (طبری: ج ۲، ص ۴۴۷)

شیعہ کی معتبر کتاب احتجاج طبرسی مطبوعہ نجف اشرف مصنفہ احمد بن ابی طالب طبرسی کے ص ۵۲ پر ہے۔

پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اوران سے بیعت کی

ثم تناول یدا ابی بکر فبایعه

پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اوران سے بیعت کی۔

احتجاج طبرسی کے ہی ص ۵۶ پر ہے۔

قال اسامة له هل بعته فقال نعم یا اسامة

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ حضرت

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں؟ فرمایا: ہاں! اے اسامہ!

شرح نہج البلاغہ درنجفیہ ص ۸۸ اور کشف الغمہ ص ۶۸ اور حق الیقین فارسی ج اول ص ۱۳۸ اور ۱۴۸ اور فروع کافی کے کتاب الروضہ کافی ص ۱۵ اور ۱۳۹ اور جلاء العیون فارسی کے ص ۶۸ اور غزوات حیدری وغیرہ کتب شیعہ میں مختلف طریقوں سے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا ثابت ہے۔

شیعہ حضرات کا مجتہد اعظم شریف مرتضی علم الھدی اپنی معتبر کتاب الشافی کے ص ۳۹۸ پر رقم طراز ہے ''ثم مد یدہ فبایعہ'' پھر سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیعت کرلی۔

پھر یہی شریف مرتضیٰ اپنی کتاب الشافی کے ص ۳۹۹ اور ۲۰۹ پر بھی لکھتے ہیں:

فالظاھر الذی لا اشکال فیہ انہ علیہ السلام بایع مستدفعاً للشر وفراراً من الفتنۃ

پس ظاہر وجہ جس پر کوئی اشکال و اعتراض نہیں اس بیعت کی یہ ہے کہ علی علیہ السلام نے صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی' تاکہ شر دفع ہو اور فتنہ وفساد سے دوری ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سفیان کی مذمت کی

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مومنانہ اور دیانتدارانہ موقف یہ تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلا خلیفہ ہونے کے سب سے زیادہ اہل ہیں۔اسی لئے انہوں نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی فوجی امداد کی پیشکش کو ٹھکرادیا اور اس کی اس پیش کش کی مذمت فرمائی' چنانچہ نہج البلاغہ میں احمد بن عبدالعزیز کی روایت ہے کہ:

جآء ابوسفیان الی علی فقال علیکم علیٰ ھذا الامر اذل بیتٍ فی قریشٍ اما واللہ ان شئت لاملانھا علیٰ ابی فضیل خیلاً و رجلا فقال علی طالما غششت الاسلام واھلہ فما ضرتھم شیئاً لا حاجۃ لنا الیخیلك و رجلك لولا انا راینا ابابکرٍ لھا اھلا ما ترکناہ۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آکر کہا کہ اس (امر خلافت) میں قریش کا ادنی گھرانہ تم پر قابو پایا گیا ہے۔ اگر تم چاہو تو میں اس وادی کو ابوفضیل پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کنیت تھی' سواروں اور پیادوں سے بھردوں' اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: لمبا عرصہ پہلے تم اسلام اور مسلمانوں کیساتھ فتنہ پردازی کرتے رہے ہو اور انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکے۔ ہمیں تمہارے سوار اور پیادوں کی کوئی حاجت نہیں۔ اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہم خلافت کا اہل نہ پاتے تو ہم انکا پیچھا نہ چھوتے، یعنی اس مقصد میں کامیاب نہ ہونے دیتے۔

صحابہ کرام کے مشوروں میں اللہ تعالیٰ کی رضا تھی

حضرت علی المرتضیٰ حیدر کرار رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکرٍ وعمر و عثمان علیٰ ما بایعوھم علیہ فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب ان یرد و انما الشوریٰ للمھا جرین والانصار فان اجتمعوا علیٰ رجلٍ وسموہ اماما کان ذلک للہ رضیً فان خرج من امرھم خارج بطعن اوبدعۃٍ ردوہ الی ما خرج منہ فان ابی قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المومنین و ولاہ اللہ ماتولی۔ (نہج البلاغہ ج ۳ مکتوب ۶)

جن لوگوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بیعت کی تھی' انہوں نے میرے ہاتھ پر اسی اصول کے مطابق بیعت کی جس اصول پر وہاں کی بیعت کر چکے تھے اور اس کی بنا پر جو حاضر ہے اسے پھر نظر ثانی کا حق نہیں اور جو ہر وقت موجود نہ ہو۔ اسے رد کرنے کا اختیار نہیں اور شوریٰ کا حق صرف مہاجرین و انصار کو ہے۔ وہ اگر کسی پر ایکا کرلیں اور اسے خلیفہ مقرر کرلیں تو اسی میں اللہ کی رضا و خوشنودی سمجھی جائے گی۔ اب جو کوئی اسکی طرف واپس لائیں جدھر سے وہ منحرف ہو رہے اور اگر انکار کرے تو اس سے لڑیں کیونکہ وہ مومنوں کے طریقے سے ہٹ

کر دوسری راہ پر ہولیا ہے۔ اور جدھر وہ پھر گیا ہے اللہ تعالیٰ بھی اسے ادھر ہی پھیر دے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس مکتوب گرامی سے ظاہر ہے کہ آپ کی بیعت بھی پہلے خلفاء کی طرح مومنین کے باہمی مشورہ سے ہوئی اور آپ نے یہ اصول بیان فرما دیا ہے کہ خلافت کا انعقاد انصار و مہاجرین کے مشورہ سے ہونا چاہیے' پھر آپ نے اس بات کو اس مکتوب میں واضح کر دیا ہے کہ جس شخص پر یہ لوگ اتفاق کرلیں اور اسے امام قرار دیں تو اس کی خلافت کا انعقاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے متصور ہوگا۔ کیونکہ مومنوں کے انتخاب میں ہی خدا کی رضا ہے' پھر جو اس کے مخالف ہو جائے اور طعن کرے اور الزام دے تو اسے سمجھانا چاہیے' نہ سمجھے تو اس سے مومنوں کا راستہ ترک کرنے کی وجہ سے لڑائی کرنی چاہیے۔

حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ نے اسی خط میں "غیر سبیل المومنین" اور "ولاہ اللہ ماتولی" کے الفاظ میں ذیل کی آیات قرآنیہ کی طرف اشارہ کیا ہے جس سے آپ نے مومنین کے ذریعہ منتخب خلیفہ کے خلاف خروج کرنے والے سے جنگ کا حکم اخذ فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدی 'ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولی ونصله جهنم وسآء ت مصیراً۔ (النساء: ۱۱۵)

جو شخص رسول کی مخالفت کرے بعد اسکے کہ اس کیلئے ہدایت واضح ہوگئی اور مومنوں کے راستہ کے علاوہ کسی اور راستہ پر چلے تو ہم اسے ادھر ہی پھیر دیں گے۔ جدھر وہ پھرا اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے۔

"ہشیم بحرانی شارح نہج البلاغۃ" نے اس قول کی شرح میں لکھا ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام کے خط میں "ولاہ اللہ" سے آگے "ما تولی" کے بعد سورۃ نساء کی مذکورہ پوری آیت لکھی تھی اور دوسری جگہ ہشیم موصوف نے پورا خط بھی نقل کیا ہے جس میں پوری آیت مذکور ہے مگر رضی مصنف نہج البلاغۃ نے اپنی عادت کے مطابق اس آیت کو حذف کر دیا' کیونکہ یہ ان کے عقائد و اغراض کے خلاف پڑتی تھی۔

مرتدین کے سوا سب نے بیعت کی

طبری نے عمرو بن حریث سے اسناد سے روایت کیا ہے' اس نے کہا میں نے سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کب کی گئی؟ کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حاضر تھے؟ اس نے کہا' ہاں! جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔

کرھوا ان یبقوا بعض یوم ولیسوا فی جماعۃ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس بات کو ناپسند کیا کہ وہ دن کے کسی حصہ میں جماعت سے باہر رہیں۔

میں نے پوچھا' کیا کوئی بیعت سے پیچھے رہا تو فرمایا:

لا الا مرتد او من قد کاد ان یرتد لولا ان اللہ انقذھم من الانصار

(طبری ج ص ۴۴۷)

نہیں! سوائے مرتد کے جو انصار میں سے مرتد ہونے کیقریب تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ انہیں نہ بچاتا' میں نے پوچھا۔ کیا مہاجرین میں سے کوئی پیچھے رہا؟ فرمایا: نہیں! ان سب نے بغیر بلانے کے پے در پے بیعت کرلی۔

مرتدین کے خلاف جہاد کے مشوروں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شرکت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے خلاف لشکر جمع کئے اور خود ان کے مقابلہ میں نکلنے کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو بذات خود جنگ کے میدان میں نہ جانے کا مشورہ ان الفاظ میں دیا:

این تذھب من المرکز وانت نظام الاسلام والیک مدار الاسلام لا تخرجن من دار الخلافۃ ولکن ارسل مع العسکر نائباً منک۔

(شجر الاولیاء ص ۵۲)

آپ اس حال میں کہاں جاتے ہیں' آپ تو نظام اسلام ہیں اور آپ پر اسلام کا مدار ہے۔ آپ دار الخلافہ سے ہرگز باہر نہ نکلیں' بلکہ اپنا کوئی نائب لشکر کیساتھ بھیج دیں۔

چنانچہ حضور علیہ السلام کے وصال شریف کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو نائب بنا کر لشکر کے ساتھ بھیجا۔ ایک لشکر کے ساتھ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بھیجا' ان مجاہدوں نے مرتدین کے ساتھ جہاد کیا۔ بعض کو قتل کیا اور بعض کو گرفتار کیا اور اکثر نے توبہ کر لی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے خلاف جہاد کیا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صرف مشورہ پر ہی اکتفاء نہ کی' بلکہ خود بھی مرتدین کے مقابلہ میں میدان میں نکل کر' جہاد کیا' اور مرتدین کو قتل کیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مدد کی۔ چنانچہ شیعہ مصنف ملا فتح اللہ کاشانی نے ترجمہ نہج البلاغہ میں اس مکتوب کی شرح میں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مالک اشتر کو والی مصر بنا کر ان کے ساتھ بھیجا' اہل مصر کو لکھا ہے:

بدانکہ درزمان خلافت ابوبکر بسیارے از عرب برگشتند از دین و مرتد شدند واصحاب دراں امر عاجز و حیران شدندچوں بازوئے حیدری اہل ارتداد رابسفر فرستاد و بازامر دین را انتظام داد

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں بہت سے عرب دین سے برگشتہ اور مرتد ہوگئے۔ اصحاب اس امر میں عاجز و حیران تھے جناب امیر علیہ السلام نے یہ حال دیکھا تو اصحاب کی دلداری کی اور حیدری سے اہل ارتداد کو دوزخ میں پہنچا کر امر دین کو منظم کیا۔

بحار الانوار ج۸ ص ۱۷۸ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جب میں نے لوگوں کو دین سے برگشتہ اور مرتد ہوتے دیکھا۔

فنهضت مع القوم فی تلك الا حداث حتی زهق الباطل و كانت كلمة الله هی العلیاء

تو میں نے بھی ان حادثات میں قوم کیساتھ ہو کر دشمن کا مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ باطل نابود ہوگیا اور اللہ کا کلمہ بلند ہوا۔

علی الجرانی (شیعہ) نے اپنی کتاب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ مکتوب درج کرتے ہوئے "فنهضت مع القوم" سے پہلے یہ الفاظ بھی روایت کئے ہیں۔

فمشیت عند ذالك عند ابی بکرٍ فبایعته

پھر ان حادثات پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور انکی بیعت کرلی۔

(منار الھدیٰ ص۔۳۷۳)

یہ روایت دوسری جگہ پوری نقل کی گئی ہے۔ صاحب نہج البلاغتہ نے بیعت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے متعلق یہ الفاظ حذف کردیئے ہیں۔

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے کسی بھی نماز میں منقطع نہیں ہوئے اور وہ ذی القصہ کی طرف جہاد کیلئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلے' آپ تلوار سونت کر مرتدین کے خلاف لڑائی کیلئے نکلے تھے۔(البدایہ،النھایہ: ج ۵ص ۲۴۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نماز میں ان کی امامت سے دلیل قائم کی

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اطاعت اور ان کی بیعت اس لئے کی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے ایام میں انہیں امام الصلوٰۃ مقرر فرمایا تھا' چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عن الحسن قال قال علی لما قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم نظرنا فی امرنا فوجدنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد قدم ابا بکرفی الصلوٰۃ فرضینا لدنیانا من رضی رسول اللہ لدیننا (طبقات ابن سعد ج ۳ ترجمہ ابوبکر صدیق ص ۱۳)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو ہم نے اپنے معاملہ میں غور کیا تو ہم نے یہ پایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض نمازوں کی جماعت کیلئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنایا تھا۔ اس پر ہم سب اپنی دنیا میں اسے امام ماننے پر راضی ہوگئے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے امام بنانا پسند فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نمازوں کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں کیا

وکان علی یصلی فی المسجد الصلوٰۃ الخمس فلما صلی قال له ابوبکرٍ وعمر وکیف بنت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم (بحار الانوار ج ۵ ص ۵۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ پانچوں نمازیں مسجد میں پڑھتے تھے تو جب نماز پڑھی (ایام مرض وفات فاطمہ میں) تو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کا کیا حال ہے؟

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے:

ان علیاً لم ینقطع عن صلوۃٍ من الصلوات خلف الصدیق وخرج معه الی ذی القصة لما خرج الصدیق شاھراً سیفه یرید قتال اھل الردۃ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نمازوں میں سے کسی نماز میں بھی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء سے پیچھے نہیں رہے۔ اور آپکے ساتھ جہاد میں ذی القصہ کی طرف نکلے' جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اپنی تلوار سونت کر مرتدین کے خلاف لڑائی کیلئے نکلے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۴۹)

ایک شبہ اور اسکا جواب

(۱) اگر کوئی کج بحث چھ ۶ ماہ بعد بیعت کرنے والی روایت سے اس قسم کا استدلال کرے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ حق نہ سمجھتے تھے اس لئے چھ ماہ تک بیعت نہ کی۔ تو اس کا یہ استدلال غلط ہے۔ کیونکہ ناحق ہمیشہ ناحق ہے

پہلا جواب:

اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ناحق تھی تو پھر چھ ۶ ماہ بعد کیسے حق ہوئی؟ کہ جس کو تسلیم کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت کر لی۔

دوسرا جواب :

اس شبہ کا دوسرا جواب یہ ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے چھ ۶ ماہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر جو بیعت کی تھی وہ دوسری بار اجلاس عام میں کی ہوگی۔ درحقیقت تو وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر فوراً انعقاد خلافت کے وقت بیعت کر چکے تھے جیسا کہ حاکم اور بیہقی میں منقول ہے اور ابن حبان نے بھی اس کی تصدیق کی ہے اور اس کی شرح' شرح العقائد ص ۴۹۴ پر منقول ہے۔

انه بايعه فی اول الامر ...... حتی اعاد البيعة بعدستة اشهر

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت اول امر میں کر لی تھی' پھر چھ ۶ ماہ کے بعد دوسری بار بھی کی۔

درحقیقت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ بیعت قبول کرنا اس وجہ سے تھا کہ ان کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دیانت وامانت پر پورا پورا اعتماد واعتقاد تھا اور کیسے نہ ہوتا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو افضل ترین عبادت نماز میں تمام مجمع صحابہ واہل سنت و بنی ہاشم رضی اللہ عنہم کا امام اور اپنا قائم مقام مقرر فرمایا حالانکہ اس وقت سیدنا علی اور سیدنا عباس' سیدنا عقیل' سیدنا طلحہ' سیدنا زبیر' سیدنا ابوذر غفاری' سیدنا عمار وغیرھم رضی اللہ عنہم سامنے تھے۔

جیسا کہ نہج البلاغۃ کی شرح درۂ نجفیہ کے ص ۲۲۵ پر مرقوم ہے۔

وكان عند خفة مرضه يصلي بالناس بنفسه ......فلما اشتد به المرض امر ابابكرٍ ان يصلي بالناس......وان ابابكرٍ صلى بالناس بعد ذلك يومين ثم مات۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک خود لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے جب تک مرض خفیف رہا۔ پھر جب مرض سخت ہوگیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہیں۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دو دن تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تمام لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے' پھر حضور علیہ السلام کی وفات ہوگئی۔

اسی وجہ سے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہمیشہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں ان کے پیچھے نماز پڑھتے رہے جیسا کہ شیعہ کی معتبر کتاب احتجاج طبرسی کے ص ۶۰ سطر۳ پر ہے۔

ثم قام وتهيأ للصلوٰة و حضر المسجد وصلى خلف ابى بكر

پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اٹھے اور نماز کیلئے تیاری کر کے مسجد میں حاصر ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔

شیعہ کی مشہور تفسیر قمی میں یہی الفاظ مذکور ہیں اور محمد باقر اصفہانی شیعہ نے اپنی معتبر کتاب مراۃ العقول شرح الاصول والفروع کے ص ۳۸۸ پر اور شیعہ کا مشہور و معروف مترجم قرآن مجید ترجمہ مقبول احمد کے ضمیمہ ص ۴۱۵ پر شیعہ کی اردو کتاب غزوات حیدری کے ص ۶۳۷ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔

شریف مرتضیٰ شیعہ مجتہد اعظم نے اپنی معتبر ترین کتاب الشافی کے ص ۳۵۴ پر تسلیم کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وغیرہ خلفاء راشدین سے بیعت بھی کی۔ اور نمازیں ان کے پیچھے پڑھیں اور مالی وظیفے اور عطیے بھی لئے اور ان کی مجالس میں شرکت کی اور آمدرفت بھی رکھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنا فیصلہ کن بیان

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ میرے بارے میں خلافت کی کوئی وصیت موجود نہیں تھی، اس مضمون کی مفصل روایت یہ ہے:

اخرج ابن عساكر عن الحسن قال لما قدم على البصرة قام اليه ابن الكواء وقيس بن عبادٍ وقال الا تخبرنا عن مَسِيْرِك الذى سرت فيه تتولى على الامة بضرب بعضهم ببعضٍ اعهد من رسول الله عهد اليك فحدثنا وانت الموثق الامين على ماسمعت فقال اما ان يكون عندى عهد من النبى ﷺ فى ذالك فلا" لان كنت اول من صدق به فلا اكون من كذب عليه ولو كان عندى عهد فى ذالك ما تركت اخابنى تميم بن

مرة و عمر ابن الخطاب يقومان على منبره ولقا تلتهما بيدى ولو لم اجد الا بردى هذا ولكن رسول الله لم يقتل قتلاً ولم يمت فجأةً فمكث فى مرضه اياماً وليالى يأتيه الموذن فيؤذنه با لصلوٰة فيأمر ابابكرٍ فيصلى بالناس وهو يرى مكانى.ولقد ارادت امراة من نساء ه ان تصرفه من ابى بكرٍ يصلى بالناس فلما قبض الله نبيه ﷺ نظرنا فى امورنا فاخترنا لدنيانا من رضيه نبى الله ﷺ لديننا و كانت الصلوٰة اصل الاسلام وهو امير الدين وقوام الدين فبايعنا ابا بكرٍ فكان لذالك اهلا لم يختلف عليه منا اثنان ولم يشهد بعض علىٰ بعضٍ لم يقطع منه البرأة فاديت الى ابى بكرٍ حقه و عرضت طاعته وغزوتُ معه فى جنوده و كنت أخذاً اذا اعطانى و اغزوا اذا اغزانى واضرب بين يديه الحدود۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی مطبع محمدی ص ۱۲۰)

ابن عساکر نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اس روایت کی تخریج کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ میں آئے تو انہیں ابن کواء اور قیس بن عباد نے کھڑے ہوکر پوچھا کہ آپ ہمیں اس سے خبر دیں گے جس پر آپ چل رہے ہیں کہ آپ امت پر ایک دوسرے سے ٹکرا کر حکومت کر رہے ہیں۔ کیا آپ کو نبی کریم ﷺ سے کوئی وصیت حاصل ہے جو انہوں نے آپکے متعلق کی۔ آپ ہمیں بتائیں کیونکہ آپ نے جو بات سنی ہے اس میں آپ معتبر اور امین ہیں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یہ بات کہ میرے پاس نبی کریم ﷺ کی کوئی وصیت اس کے بارہ میں (خلافت) ہو' سو اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہے۔ میں نے سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کی تصدیق کی ہے۔ سو میں سب سے پہلے آپ پر جھوٹ بولنے والا نہیں ہوسکتا۔ اگر امر خلافت میں میرے پاس رسول اللہ ﷺ کی کوئی وصیت ہوتی تو میں تمیم بن مرہ کے بھائی (ابوبکر رضی اللہ عنہ) اور عمر بن الخطاب کو اجازت نہ دیتا کہ وہ دونوں آنحضرت ﷺ کے منبر پر کھڑے ہوں۔ البتہ (اس صورت میں) میں ان سے لڑ پڑتا خواہ میرے پاس صرف میری چادر ہی ہوتی۔ (میرا کوئی مددگار نہ ہوتا

تو اکیلا ہی لڑ پڑتا) لیکن رسول کریم ﷺ نہ قتل ہوئے ہیں اور نہ آپکی اچانک وفات ہوئی ہے۔ (بلکہ) آپ کئی دن رات بیمار رہے ہیں۔ مؤذن آتا تو آپ اسے نماز کی اجازت دیتے، پس حکم دیتے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ حالانکہ آپ میرے مرتبہ کو جانتے تھے۔ اور آپ کی ازواج مطہرات میں سے ایک نے آپ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روکنا چاہا مگر آپ نے انکار فرمایا اور غضبناک ہو کر فرمایا: ''تم عورتیں تو یوسف والیاں ہو۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ جب رسول کریم ﷺ کا انتقال ہوگیا تو ہم نے اپنے معاملات میں غور کیا۔ پس ہم نے اپنی دنیا کے معاملات کیلئے اس شخص کو اختیار کرلیا۔ جس پر نبی کریم ﷺ ہمارے دین کیلئے راضی تھے۔ اور نماز تو اسلام کا رکن ہے اور یہ (رکن) دین کا سردار اور دین کا محافظ ہے۔ پس ہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی اور وہ اس لائق بھی تھے۔ انکی خلافت کے بارہ میں ہم سے دو آدمیوں کے درمیان بھی اختلاف نہیں ہوا اور نہ کسی نے کسی کے خلاف گواہی دی اور نہ اس سے بیزاری کا فیصلہ کیا۔ پس میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اسکا حق ادا کیا اور اسکی فرمانبرداری کو پہچانا اور اسکے لشکروں میں شامل ہو کر اسکی حمایت میں لڑا، جب وہ مجھے کچھ دیتے تو میں لے لیتا اور جب مجھے لڑنے کیلئے بھیجتے تو میں چلا جاتا اور میں انکے سامنے اپنے کوڑے سے شرعی حدود نافذ کرتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ کن بیان سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے انکی خلافت بلافصل کیلئے کوئی وصیت نہ فرمائی تھی۔

کیا غدیر خم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی وصیت کی تھی؟

غدیر خم یا مدینہ میں (بربناء اختلاف روایات) بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جناب میں تقسیم غنیمت میں ایک معاشرتی ظلم کی شکایت کی جس پر حضور ﷺ نے فرمایا تھا، کہ علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھ۔ اس سے بغض نہ رکھ، چنانچہ ملا باقر مجلسی (شیعہ) نے باب اخبار غدیر میں عبداللہ بن عباس سے خود بریدہ اسلمی سے روایت کیا:

عن عبداللہ بن عباس عن بریدۃ قال غزوت مع علی علیہ السلام الیمن فرأیت منه جفوة فلما قدمت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنقصته فرأیت وجه رسول اللہ یتغیر فقال یابریدۃ الست اولیٰ بالمومنین من انفسهم قلت بلٰی یارسول اللہ ﷺ قال ﷺ من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔

(بحار الانوار ج ۹ ص ۲۵۷ باب اخبار الغدیر)

بحار الانوار کی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت میں سے ایک خوبصورت لونڈی اپنے لئے خاص کرلی تھی۔ ان روایات میں یہ بھی لکھا ہے کہ بریدہ اسلمی کا یہ واقعہ مدینہ میں ہوا۔ (بحار الانوار ج ۹ ص ۲۶۶)

ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ خود بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ اور ابن ابی اوفی اور طاوس نے بھی روایت کیا ہے۔ چنانچہ بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زندگی بھر محبت رکھی، اور جمل کے واقعہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ اور اس حدیث کی منشاء پوری ہوگئی۔

ظاہر ہے کہ حضور ﷺ نے خواہ غدیر میں، خواہ مدینہ میں شکایت کرنے والوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صرف دوستی رکھنے کی ہدایت کی تھی جس کا کوئی تعلق خلافت سے نہیں تھا۔ نہ اس کا کوئی موقعہ تھا۔ "اللهم وال من والاہ وعاد من عادہ"۔

یہ دعائیہ فقرہ بھی قوی قرینہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس حدیث کو خلافت کی وصیت نہیں سمجھتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنا بیان بھی یہی ہے، جو شرح نہج البلاغۃ میں ابن الحدید شیعہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے نقل کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

عن عبداللہ ابن عباس قال خرج علی علی الناس من عند رسول اللہ ﷺ فی مرضه فقال له الناس کیف اصبح رسول اللہ ﷺ یا اباالحسن قال اصبح بحمد اللہ بارئاً فاخذ العباس بید علی ثم قال یا علی انت عبدالعصابعد ثلاث احلف لقد رأیت الموت فی وجهه وانی لاعرف الموت فی وجوہ بنی عبدالمطلب فا نطلق الیٰ رسول اللہ ﷺ فاذکر له هذا الامر ان کان فینا اعلمنا وان کان فی غیرنا اوصی بنا فقال واللہ لا افعل ان

منعناہ لایوتیناہ الناس بعدہ قال توفی رسول اللہ ﷺ ذالك الیوم۔

(شرح نہج البلاغہ لابن الحدید ج اص ۷۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے جبکہ وہ بیمار تھے لوگوں کے پاس آئے تو لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ اے ابا حسن! رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں؟ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الحمدللہ آپ اچھے ہیں۔ راوی نے کہا' اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا: اے علی! تو تین دن کے بعد ڈنڈے کے ماتحت ہوجائے گا۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے میں موت کو دیکھا ہے اور عبدالمطلب کی اولاد کے چہروں سے موت کو پہچان لیتا ہوں تو رسول اللہ ﷺ کے پاس جا اور انکے پاس اس امر (خلافت) کا ذکر کر کہ اگر یہ امر ہم میں قائم ہونے والا ہے تو ہمیں بتا دیں' اگر ہمارے غیر میں ہونے والا ہے تو ہمیں وصیت کریں۔

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

واللہ لاافعل ان منعنا لایوتیناہ الناس بعد

اللہ کی قسم! میں ایسا نہیں کروں گا کیونکہ اگر حضرت رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس سے روک دیا (یعنی ہمارے حق میں وصیت خلافت نہ فرمائی) تو لوگ کبھی بھی ہمیں خلافت نہیں دیں گے۔

راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اسی دن وفات پا گئے۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس وقت تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں رسول کریم ﷺ کی کوئی وصیت موجود نہ تھی' ورنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ انہیں رسول کریم ﷺ کے پاس جا کر بھی وصیت کرنے کیلئے نہ کہتے اور نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں یہ جواب دیتے کہ خدا کی قسم! میں ایسا نہیں کروں گا۔ کیونکہ اگر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں روک دیا تو پھر لوگ ہمیں آپ کے بعد خلافت نہیں دیں گے۔ بلکہ آپ عباس رضی اللہ عنہ سے یہ کہتے کہ مجھے رسول کریم ﷺ کے پاس جانے کی ضرورت نہیں' کیونکہ رسول اللہ ﷺ تو میرے حق میں غدیر اور غزوہ تبوک کے موقع پر خلافت کی وصیت کر چکے ہیں۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حدیث "من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور حدیث انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی" سے حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کے بعد اپنی خلافت کی وصیت نہیں سمجھتے تھے' اس

مضمون کی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری باب المعانقه وقول الرجل کیف اصحبنا میں بھی درج ہے، گویا شیعہ وسنی لٹریچر میں متفق علیہ حدیث ہے۔

ائمہ اہل بیت کے نزدیک حدیث من کنت مولاہ کے معنی

حافظ ابن عساکر نے حافظ بیہقی سے فضیل ابن مرزوق کے طریق سے حسن بن مثنیٰ بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم بن ابی طالب سے روایت کی ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" نہیں فرمایا:

انہوں نے جواباً کہا۔ ہاں!

ولکن واللہ لم یعن رسول اللہ ﷺ بذالك الامارة والسلطان ولو اراد ذالك لا فصح لهم به فان رسول اللہ ﷺ کان لانصح للمسلمین ولو کان الامر کما قبل لقال یا ایها الناس هذا ولی امرکم والقائم وعلیکم من بعدی فاسمعوا له واطیعوا والله لئن کان اللہ ورسوله اختار علیاً لهذا الامر وجعله القائم و للمسلمین من بعده ثم ترك علی امر اللہ و رسوله لکان علی اول من ترك امر اللہ ورسوله۔ (ابن عساکر ج ۴ ص ۱۶۶)

مگر قسم ہے اللہ کی! رسول اللہ ﷺ کی مراد اس سے امارت اور حکومت ہرگز نہ تھی، اگر ان کی یہ مراد ہوتی تو آپ مسلمانوں کیلئے وضاحت سے فرماتے کیونکہ آپ مسلمانوں کے سب سے زیادہ خیر خواہ تھے، اگر ایسا ہوتا جیسا بعض کی طرف سے کہا گیا ہے تو آپ یوں فرماتے۔ اے لوگو! علی میرے بعد تمہارا ولی الامر اور خلیفہ قائم ہے۔ اس کی سننا اور اس کی اطاعت کرنا قسم ہے، اللہ کی! اگر اللہ اور رسول نے علی کو قائم بنایا تھا، پھر اس نے خدا اور رسول کے حکم کو چھوڑ دیا تو علی پہلا شخص ہے جس نے خدا اور رسول کے حکم کو چھوڑ دیا۔

ملا باقر مجلسی نے حسن بن طریف سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو محمد کو لکھا کہ حدیث "مولاہ" کے معنی کیا ہیں؟ انہوں نے جواباً لکھا:

اراد بذالك ان جعله علما يعرف به حزب الله عند الفرقة۔

(بحار الانوار ج ۹ ص ۲٦۷)

رسول اللہ ﷺ کی مراد اس سے یہ تھی کہ ان کے ذریعہ تفرقہ کے وقت حزب اللہ کو پہچان لیا جائے ۔(جب مسلمانوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں تفرقہ پڑے گا جو خارجیوں کے تفرقہ کی طرف اشارہ تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینا)۔

حجۃ الوداع کا ذکر ہے کہ حج سے فارغ ہو کر آنحضرت ﷺ نے مہاجرین وانصار کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرمائی ۔راہ میں ایک مقام خم جو جحفہ سے تین میل پر ہے یہاں ایک تالاب تھا عربی میں تالاب کو غدیر کہتے ہیں اور اس مقام کا نام روایتوں میں غدیر خم آتا ہے۔آپ ﷺ نے یہاں تمام صحابہ کو جمع کر کے مختصر سا خطبہ دیا۔نسائی ،مسند احمد،ترمذی ،طبرانی ،حاکم وغیرہ میں ایک فقرہ اکثر مشترک ہے۔

"مَنْ کُنْتُ مَوْلاہُ فعلی مولاہ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ"

جس کو میں محبوب ہوں علی بھی اس کو محبوب ہونا چاہیے ۔الٰہی جو علی سے محبت رکھے اس سے تو بھی محبت رکھ اور جو علی سے عداوت رکھے اس سے تو بھی عداوت رکھ۔

غلط استدلال

بعض لوگ اس واقعہ سے سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر استدلال کرتے ہیں۔ جو مندرجہ ذیل وجوہ سے نا قابل قبول ہے۔

(ا) مولی کے معنی کی تشریح

لغت میں مولی کے کئی معانی ہیں:رب ،مالک ،مددگار،محبّ،محبوب ،ہمسایہ،چچازاد بھائی، قریب،حلیف وعقید،سردار،تابع،آزاد،غلام ،مُنعِم،منعم علیہ،دوست،خُسر ،بیٹا،چچا،بھانجا،شریک، نزیل اور سرپرست ۔

وغیرها فی النهایة المولی فی الحدیث وهو اسم یقع علی جماعة کثیرة کالرب والمالك والسید والمنعم والمحقق والناصر والمحب والتابع والجار وابن العم والحلیف والعقید والصهر والعبد والمنعم علیه

(النہایۃ جلد۵ص ۲۲۸)

(۲) قابل توجہ امر

وِلایت اور وَلایت جدا جدا دو مصدر ہیں۔ وِلایت کے معنی نصرت اور وَلایت کے معنی تولیت، امامت۔

الوِلایة النصرة وَالوَلایة تولی الامر (مفردات امام راغب اصفہانی)

مولی وِلایت کا اسم فاعل ہے اور والی وَلایت سے۔ لہٰذا مولی کے معنی ہوئے یار و مددگار اور والی کے معنی ہوئے امام اور حاکم اور خلیفہ: مولی کے معنی اولی بالتصرف یا خلیفہ اور امام نہیں۔ لغت عرب کی شہرہ آفاق کتاب قاموس میں ہے۔

"المولی ،المالك والعبدُ والمعتِقُ والمعتَقُ والصاحب والقریبُ لابن العمِّ ونحوه والجارُ والحلیفُ والابنُ والعمُّ والنزیلُ والشریك وابنُ الاخت والولیُّ والربُّ والناصرُ والمنعِمُ والمنعَمُ علیه والمحبُّ والتابعُ والصهرُ"۔

(۳) قرینہ مؤید

قرینہ مؤید ہے کہ یہاں مولی کے معنی محبوب کے ہیں کیونکہ

(ا) مقابلے میں عداوت مذکورہ ہے جو محبت کی ضد ہے۔

اللهم والِ مَنْ والاه وعادِ مَنْ عاداه

(ب) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے حضور علیہ السلام خود مولا ہیں۔

"من کنتُ مولاه فعلی مولاه"

اور حضور علیہ السلام مؤمنوں کے خلیفہ نہیں بلکہ محبوب مؤمنین کے ہیں۔

(ج) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں ایک وقت مولا ہیں۔ "من کنتُ مولاہ

فعلی مولاہ " اور یہ جبھی ممکن ہے کہ مولی کے معنی محبوب اور دوست ہوں ورنہ ایک ہی وقت میں دو امام اور حاکم اور صاحب تصرف ممکن نہیں۔

(۴) قرآن میں مولی کا معنی

قرآن کریم میں مولی بصراحت مددگار کے معنوں میں آیا ہے۔

فان اللّٰہ ھومولاہ وجبریل وصالح المومنین والملئکۃ بعدذالك ظھیرا

(التحریم ۴)

بے شک اللہ تعالی اور جبریل اور مومنین اور دوسرے ملائکہ حضور ﷺ کے مددگار اور حامی ہیں۔

(۵) نتیجہ

اگراس دھاندلی کے آگے ہتھیار ڈال کر ایک سیکنڈ کے لئے تسلیم کرلیا جائے کہ کتاب، سنت ،لغت ومحاورہ ،قرینہ وقیاس سب کے خلاف یہاں مولی کے معنی اولیٰ بالامامۃ اور خلیفہ کے ہیں تو پھر باعتبار مآل ہونگے یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے وقت پر خلیفہ ہوں گے ۔اس کے ہم قائل ہیں ورنہ حضور ﷺ کی امامت میں شرکت لازم آئے گی اور حضور انور ﷺ کے ساتھ ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی امام ہونگے جس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

بہرحال جب یہ امامت علی الفور ثابت نہیں صرف اس ارشادِ رسول اللہ ﷺ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت منعقد نہیں ہوجاتی بلکہ یہ متفقہ طور پر بعد میں کسی وقت ثابت ومتحقق ہوگی۔ تو اب اہل تشیع وہ وقت حضور ﷺ کے وصال شریف کے فوراًبعد متعین کرتے ہیں ۔جس کی ارشاد رسول اللہ ﷺ میں تصریح تو بجائے خود اشارہ تک نہیں اور اس سے متعدد آیات الہیہ وربیسوں ارشادات نبویہ اور اجماع امت کی تغلیط ہوتی ہے اور اہل سنت [illegible] سال بعد وہ وقت متعین کرتے ہیں جب سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت لی یہ فرمودات خدا اور رسول کے موافق اور واقعات وحالات کے بھی مطابق ہے ۔اور اس میں کوئی قباحت بھی لازم نہیں آتی اور نہ کسی نص قطعی کا خلاف ہوتا ہے۔

(٦) حدیث ھوولی کل مومن

مولی کے معنی یہاں خلیفہ کے متعذر اور مشکل ہیں۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مولی ہونا صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مخصوص نہیں۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوتا ہے۔ "ھوولی کل مومن"

(مشکوۃ المصابیح باب مناقب علی، رواہ الترمذی)

اثر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی غدیر خم کے موقع پر حضور ﷺ کے خطبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہدیہ تبریک وتہنیت پیش کرتے ہوئے فرمایا:

اصبحت وامسیت مولی کل مومن ومؤمنة (رواہ احمد مشکوۃ مناقب علی)

تم صبح وشاہ ہروقت ہر مومن مرد اور مومنہ عورت کے مولی ہو۔ اب اگر مولی کے معنی یہاں خلیفہ کے لئے جائیں تو لازم آئیگا کہ قیامت تک امامت وخلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کی ہو اور یہ بدیہی البطلان ہے اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

ماننا پڑے گا کہ یہاں بھی مولی کے معنی محبوب اور دوست ہیں اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد رسول ﷺ سے لے کر قیامت تک ہر مومن مرد وعورت کے محبوب ہیں۔

دوسری احادیث نبویہ اسی معنی کی تائید وحمایت اور تصدیق، توثیق کرتی ہیں۔ ارشاد فرمایا:

"لایحب علیاً منافقٌ ولا یبغضُہٗ مومنٌ" (رواہ احمد، مشکوۃ)

یعنی منافق حضرت علی رضی اللہ عنہ کو محبوب نہیں رکھ سکتا اور مومن آپ سے بغض وعدوات نہیں رکھ سکتا۔

خود حضرت علی رضی اللہ عنہ رب العزت کی قسم کھا کر فرماتے ہیں۔ کہ حضور ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی کہ:

"ان لا یُحبی الا مومن ولا یبغضنی الا منافق" (رواہ مسلم، مشکوۃ)

اگر مولی کے معنی خلیفہ ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت حضور ﷺ کی وفات کے فوراً بعد متحقق ہوتی ہے جس کا نہ ارشاد رسول میں اشارہ ہے نہ کوئی قرینہ اور یہ عملی طور پر جا کر ثابت ہوتی ہے۔ تقریبا ربع صدی بعد اب اس دوران میں وہ سینکڑوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو خطبہ غدیر خم کے وقت

موجود تھے انتقال فرما گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت نہ کر سکے تو سوال یہ ہے کہ

(۱)ان کا کیا حکم ہے؟اگروہ محبوبان خدااور جنتی ہیں تواس ارشاد رسول اورامر خلافت کے کیا معنی؟اوراس خلافت کی حقیقت اورقدرو قیمت کیا معاذ اللہ۔

اوراگروہ العیاذ باللہ دشمنان خدااور جہنمی ہیں تو ان کا قصور یہی نا کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی۔

مگرسوال یہ ہے کہ وہ بیعت کرتے کیسے؟کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ بطورامیدوارخلافت کبھی میدان عمل میں نکلے؟

اورانہوں نے بیعت نہیں کی جب آپ دعویٰ خلافت لیکر کھڑے ہی نہیں ہوئے تولوگ بیعت کس کی کرتے۔

دل بھی حاضر سرتسلیم بھی خم کو موجود
کوئی مرکز ہو کوئی قبلہء ارشاد تو ہو!

کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو خلافت کا دعوی ہی نہ کرتے اورلوگ بیعت کرلیتے یعنی مدعی سست گواہ چست

(۲) جب بیعت نہ کرنے والوں کا معاذ اللہ یہ حال ہے تو بیعت نہ لینیوالوں کا کیا حال ہوگا؟

غرض کہ مولی کے معنی خلیفہ اورامام متصرف کے لئے جائیں تو یہ سب اشکالات واردہوتے ہیں۔

تری ہر ادا میں بل ہے تیری ہرنگہ میں الجھن
مری آرزو میں لیکن کوئی پیچ ہے نہ خم ہے!

خلافت کا معیار مابین اہلسنت واہل تشیع

اہل سنت کے نزدیک خلافت کے مسئلہ کو اصول دین سے کوئی تعلق نہیں ہمارے نزدیک خلیفہ نصوص و مامور من اللہ نہیں ہوتا۔خلافت کوئی آسمانی منصب نہیں کہ وحی ربانی سے خلیفہ کا تقرر عمل آئے اسے امورملی کی سرانجامی اورانتظامات ملکی کی نگرانی کے لئے عامۃ المسلمین منتخب کرتے ہیں۔اس کے برعکس اہل تشیع کے نزدیک امامت وخلافت اصول دین میں داخل ہے اورخلیفہ

مامور من اللہ ہوتا ہے اور نص قطعی قرآنی سے اس کا تقرر عمل میں لایا جاتا ہے کہاں یہ تعلی و بلندی اور کہاں یہ تسفل و پستی کہ کتاب اللہ کی صریح آیت کو کجا! سنت رسول کی واضح دلالت تو بجائے خود! قبیل احاد کی ایک روایت جسے خلافت سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں کے ایک ایسے لفظ سے خلافت ثابت کی جارہی ہے جس کے مختلف اور متضاد قریباً اڑھائی درجن معانی ہیں یہ ضمناً اور مختصراً عرض ہے ورنہ اس بحث کا یہ موقع محل نہیں۔

اگر میری خلافت کا کوئی عہد لیا گیا ہوتا تو میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو منبر کی ایک سیڑھی پر بھی چڑھنے نہ دیتا

حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

والذی فلق الحبۃ وبرء النسمۃ لو عھد الی رسول اللہ ﷺ فجادلت علیہ ولم اترن ابن ابی قحافۃ یرقی درجۃً واحدۃً من منبرہ

(کنز العمال ج ۶ کتاب الفضائل)

اس اللہ کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور جان کو پیدا کیا' اگر رسول اللہ ﷺ نے میری بابت کوئی عہد لیا ہوتا۔ تو میں اس پر جھگڑا کرتا اور میں ابن ابی قحافہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کو اجازت نہ دیتا کہ وہ منبر رسول پر ایک سیڑھی بھی چڑھ جائے

ایک اور روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مسند احمد میں ہے کہ آپ نے جمل کے دن فرمایا۔

ان رسول اللہ ﷺ لم یعھد الینا عھداً نأخذ بہ فی امارۃٍ ولکنہ شئی رأیناہ

کہ رسول اللہ ﷺ نے امارت کے متعلق ہم سے کوئی عہد نہیں لیا تھا۔ یہ ایک چیز تھی جسے ہم نے اپنی صوابدید سے مشورہ سے طے کیا۔

جسے رسول اللہ ﷺ نے آگے کیا اسے پیچھے کرنے والا کون ہے؟

حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ:

خرج علی ابن ابی طالبلبیعۃ ابی بکرٍ فبایعہ فسمع مقالۃ الانصار فقال علی

كرم الله وجهه ياايها الناس ايكم يؤخر من قدم رسول الله ﷺ

(کنز العمال کتاب الفضائل ج٦)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کیلئے نکلے اور آپ کی بیعت کرلی آپ نے انصاری کی باتیں سنیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: ''اے لوگو! تم میں سے کون ہے جو اس شخص کو پیچھے کر دے جسے رسول اللہ ﷺ نے آگے کر دیا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا روایت لینا اور اس کی تصدیق کرنا

احمد اور ابویعلی نے متعدد طریقوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

عن علی قال كنت اذا سمعت من رسول الله ﷺ حديثاً نفعنی الله به بماشآء منه واذا حدثنی عنهٗ غيری استحلفته فاذا حلف لی صدقته وان ابابكرٍ حدثنی وصدق ابوبكر انه سمع النبی ﷺ قال مامن عبدٍ يذنب ذنباً فيتوضأ فيحسن الوضوء ثم يصلی ركعتين فيستغفر الله عزوجل الا غفرله (اخرجه احمد و ابويعلى بطريقمتعددة)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث سنی تو اللہ نے مجھے اس کے ذریعہ جتنا کچھ فائدہ پہنچایا اور جب کسی اور نے حضور علیہ السلام کی حدیث مجھ سے بیان کی تو میں اسے قسم دیتا ہوں اگر وہ قسم اٹھا کر بیان کرتا تو تب میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سچ بیان کیا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا: بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے پھر وضو کرتا ہے اور اچھا وضو کرتا ہے پھر دو رکعت نماز پڑھتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا گناہ بخش دیتا ہے۔ اسے امام احمد بن حنبل اور ابویعلی نے متعدد طریقوں سے روایت کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت اخذ کی اور اس کی تصدیق کی۔

باغ فدک کی حقیقت

فدک سے متعلق شیعوں کی طرف سے اعتراض کیا جاتا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی میراث کا مطالبہ کیا' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں حدیث "لانورث" سنادی جس پر سیدہ ناراض ہوئیں۔ آپ نے کہا:

ابو قحافہ کے بیٹے! یہ کونسا انصاف ہے کہ تم تو اپنے باپ کی میراث حاصل کرلو اور میں محروم رہوں۔ اس سلسلے میں یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ سیدہ نے کہا' فدک ہمارا ہے۔ رسول اللہ ﷺ دے گئے ہیں۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گواہ طلب کیے۔ تو سیدہ حضرت علی و حسنین کو گواہ لائیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی گواہی رد کردی۔ پھر اس پر یہ حاشیہ چڑھایا جاتا ہے کہ اس پر سیدہ ناراض ہوگئیں اور مرتے دم تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نہ بولیں' حتی کہ وصیت کر گئیں کہ میرے جنازہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ شریک نہ ہوں۔ چنانچہ بوقت وفات حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اطلاع بھی نہ دی اور راتوں رات آپ کو دفن کردیا۔

دیکھو! ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جگر پارہ رسول کو ناراض کیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: فاطمہ کی اذیت سے مجھے بھی اذیت ہوتی ہے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فقط فاطمہ کو غضب ناک نہیں کیا' بلکہ پیغمبر خدا ﷺ کو غضبناک کیا اور اغضاب النبی علی حدا لشرک؟

(خلاصہ) کتاب سوء السبیل ص ۱۵۹ مصنف محمد مہدی شیعہ عالم بحوالہ باغ فدک مصنفہ سید محمود احمد رضوی)

طعن فدک کا جواب

یہ ہے کہ اتنی بات تو صحیح اور درست ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے فدک مانگا تھا' تمہارا اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسکے جواب میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنائی تھی۔

لیکن سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ناراض ہونا یا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر بددعا کرنا یا اپنے نماز جنازہ میں شرکت سے منع کرنا وغیرہ وغیرہ ایسی باتیں ہیں جو شیعہ حضرات کی گھڑی ہوئی ہیں' حضرت سیدہ کا

فدک کے بارے میں اپنی زبان سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شکایت فرمانا اہل بیت کی کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے۔

بخاری و مسلم میں اس کا قصہ یوں ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فدک کا سوال کیا' یا یہ ہے کہ حضرت فاطمہ اور عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے میراث طلب کرنے کیلئے آئے۔ حضرت سیدہ فدک کا مطالبہ کرتی تھیں اور حضرت عباس خیبر کے حصہ کا۔ اس کے جواب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ابتداءً یہ ہرگز نہیں فرمایا کہ میں نہیں دیتا' بلکہ آپ نے پہلے حضور علیہ السلام کی حدیث سنائی۔

فقال لهما ابوبكرٍ سمعت رسول الله ﷺ يقول لا نورث ما تركناه صدقة انما ياكل ال محمدٍ من هذا المال

تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے فرمایا: میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ (ہم گروہ انبیاء) کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو چھوڑ جاتے ہیں۔ وہ سب صدقہ ہے' ہاں! آل محمد اسکی آمدنی سے کھائیں گے۔

اس کو سنانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

والله لا ادع امراً رأيت رسول الله ﷺ (بخاری)

بخدا! جو کام میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا' اسکو ترک نہیں کروں گا۔

مسلم شریف کے لفظ یہ ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حدیث سنانے کے بعد فرمایا:

اني والله لا اغير شيئاً من صدقة رسول الله ﷺ عن حالها التي كانت عليها في عهد رسول الله ﷺ ولا عملن فيها بما عمل رسول الله ﷺ

خدا کی قسم! میں صدقہ رسول اللہ ﷺ کو' جیسے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھا' متغیر نہیں کروں گا اور اس میں جس طرح رسول اللہ ﷺ نے عمل کیا ہے اسی طرح عمل کروں گا۔

پوری روایت یوں ہے:

عن عائشة رضي الله عنها ان فاطمة ارسلت الى ابى بكرٍ تساله ميراثها من النبي ﷺ فيما أفاء الله على رسوله ﷺ تطلب صدقة النبي ﷺ التي

بالمدينة وفدك و مابقي خمس خيبر فقال ابوبكرٍ ان رسول الله ﷺ قال لانورث ماتركناه فهو صدقة انما يأكل ال محمدٍ من هذا المال يعني مال الله ليس لهم ان يزيدوا على كل وانى والله لا اغير شيئاً من صدقات النبي ﷺ ولا عملن فيها بما عمل فيها رسول الله ﷺ تشهد علّي ثم قال انا قد عرفنا يا ابا بكرٍ فضيلتك وذكر قرابتهم من رسول الله ﷺ حقهم فتكلم ابوبكر فقال والذى نفسى بيده لقرابة رسول الله ﷺ احب الى ان اصل من قرا بتى وعن ابن عمر عن ابى بكرٍ رضى الله عنهم قال ارقبوا محمداً فى اهل بيته ۔ (بخاری: ج ۲ کتاب بدء الخلق باب مناقب قرابۃ رسول اللہ)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا' وہ ان سے رسول اللہ ﷺ کی میراث سے اپنا حصہ مانگ رہی تھیں' اس مال سے میں نے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو دیا تھا کہ وہ مدینہ کا باغ فدک اور صدقات اور خمس خیبر کا بقیہ انہیں دے دیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہم وارث نہیں کئے جاتے' جو مال ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ البتہ! آل محمد ﷺ اللہ کے اس مال سے اتنا لے سکتے ہیں جتنا انکے گذارہ کیلئے کافی ہو۔ اس سے زیادہ ان کیلئے اس میں سے لینا جائز نہیں۔ اور قسم بخدا! میں ان صدقات کے مصرف میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا جو مصرف رسول اللہ ﷺ کے عہد میں تھا۔ اور میں ان میں وہی کچھ عمل کرونگا جو رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گواہی دیدی' کلمہ شہادت پڑھا' پھر کہا کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! ہم آپ کی فضیلت کے قائل ہیں۔ پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی قرابت اور اپنے حق کا ذکر کیا۔ حضرت ابوبکر بھی بات چیت کرتے رہے۔ اور فرمایا: قسم ہے اس خدا کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے۔ مجھے اپنی قرابت سے بھی زیادہ رسول اللہ ﷺ کی قرابت سے حسن سلوک کرنا زیادہ محبوب ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ بھی روایت کئے ہیں کہ

آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت سے رسول اللہ ﷺ کا لحاظ کر کے حسن سلوک کرو۔

شیعہ عالم ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ فاطمہ اور عباس رضی اللہ عنہما دونوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور دونوں رسول اللہ ﷺ کی وراثت سے اپنا اپنا میراث طلب کرنے لگے' اور یہ کہ فدک اور خیبر کی زمین سے انہیں ان کا حصہ دیا جائے۔

ابی رافع کی روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جو ایک دوسرے سے مدافعت اور جھگڑا کر رہے تھے۔ کہ میراث رسول اسے ہی دیا جائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی تلوار' سواری' عمامہ' ذرہ وغیرہ حضرت علی کو دے دیئے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھی خیبر اور فدک میں سے حصہ طلب کرتے ہوئے آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں کو فدک وغیرہ کا متولی بنا دیا تھا۔ (بحار الانوار ج۸ ص ۸۶ و بیان احکام المواریث ص ۱۰۳)

ازواج مطہرات نے مطالبہ میراث ترک کر دیا

صحیح بخاری میں ہے کہ ازواج مطہرات رسول اللہ ﷺ نے بھی جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دو بیٹیاں حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہن بھی شامل تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی میراث سے بیویوں کی حیثیت سے حصہ طلب کرنا چاہا تھا۔ مگر جب حضرت عائشہ نے "حدیث لانورث" یاد دلائی تو انہوں نے حدیث رسول اللہ ﷺ سننے کے بعد اپنا مطالبہ ترک کر دیا۔ (صحیح بخاری ج ۲ کتاب المغازی باب حدیث بنی النضیر)

صحاح اہلسنت کی روایات میں صرف یہی ہے کہ جب فدک کا مطالبہ ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حدیث سنائی۔ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہیں اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ فدک حکم نبوی کے مطابق تقسیم تو نہیں ہوگا مگر اس کی آمدنی آل محمد پر صرف ہوگی۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ جس طرح فدک کی آمدنی کو حضور اکرم ﷺ اپنی حیات مبارکہ میں خرچ فرماتے تھے' میں بھی اسی طرح خرچ کروں گا اور حضور علیہ السلام کے طریق کار کا پابند رہوں گا۔

یہ ہے وہ گفتگو جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوئی' حضرت

فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حدیث سن لینے کے بعد زبان سے کچھ نہیں فرمایا۔ ظاہر ہے اتنی گفتگو میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کی بناء پر مورد طعن بنایا جائے' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا فدک طلب کرنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حدیث سنا کر حکم شرع ظاہر فرمانا اور قسم اٹھا کر یہ کہنا کہ فدک میں حضور کے طریق کار کا پابند رہوں گا' کوئی بھی تو ایسی بات نہیں ہے جس کو طعن کا سبب بنایا جائے۔

غرضیکہ حضرت فاطمۃ الزہرء رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس سوال و جواب کو نقل کرنے کے بعد راوی حدیث اپنے ذاتی تاثرات یوں بیان کرتے ہیں:

فغضبت فاطمة وهجرت ابابكر فلم نزل مهاجرته حتى توفيت وعاشت بعد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ستة اشهر۔ (بخاری)

پس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہوئیں انہوں نے ابوبکر کو چھوڑے رکھا' یہاں تک کہ آپکی وفات ہوگئی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چھ ماہ تک حیات رہیں۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ روایت کے یہ لفظ جن پر ہم نے لکیر کھینچ دی ہے یہ حضرت فاطمہ کی زبان کے الفاظ نہیں ہیں۔ بلکہ راوی حدیث کے ذاتی تاثرات ہیں جن کو انہوں نے اپنے الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔ اور یہ ہی بات ہم کو خصوصیت سے نوٹ کرانی ہے۔ صحاح کی کسی بھی روایت میں حضرت ابوبکر کی شکایت جناب سیدہ فاطمہ کی زبان سے ثابت نہیں۔ نہ راوی حدیث ہی یہ کہتے ہیں کہ ہم نے سیدہ کی زبان سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شکایت سنی ہے اور ناراضگی دل کا فعل ہے' جب تک زبان سے اس کا اظہار نہ ہو دوسرے شخص کو اس کی خبر نہیں ہوسکتی۔ البتہ! جب قرائن سے دوسرا شخص قیاس کرسکتا ہے۔ مگر ایسے قیاس میں غلطی ہوجانے کا امکان ہے اور جب تک سیدہ کی زبان سے شکایت کا اظہار نہ ہو اس وقت تک شیعہ حضرات کا یہ دعویٰ بالکل بے بنیاد ہے کہ حضرت فاطمہ ابوبکر پر ناراض ہوئیں۔

ثانیاً: اگر بالفرض والمحال ناراض ہو بھی گئیں تو حدیث سن کر ان کا ناراض ہونا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرنے کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ناراض ہونا ایسی بات ہے جو سیدہ سے ممکن ہی نہیں ہے۔ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق حدیث سنا کر اس پر عمل کرنے کا عہد کریں اور سیدہ ناراض ہوجائیں۔ ان دو اصولی باتوں کو ذہن میں رکھ کر روایت کے الفاظ پر

غور کیا جائے تو پھر طعن کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

ہمیں صرف یہ بتانا تھا کہ اتنی بات صحیح ہے کہ سیدہ نے فدک مانگا تھا اور حضرت ابوبکر نے حدیث سنائی تھی۔ اور حکم نبوی کی تعمیل میں فدک تقسیم نہ ہوا۔ لیکن یہ بات کہ حضرت فاطمہ نے اپنی زبان مبارک سے ناراضگی کا اظہار فرمایا' یہ حضرات شیعہ کا گڑھا ہوا افسانہ ہے جس کو وہ کبھی بھی صحیح روایت سے ثابت نہیں کر سکتے۔ (باغ فدک از سید محمود احمد رضوی' ناشر مکتبہ رضوان لاہور' ص ۵ تا ۷)

کیا سیدہ فاطمہ حضرت ابوبکر پر ناراض ہوئیں؟

جواب نمبر ۱: اگر بالفرض والمحال ہم یہ مان بھی لیں کہ جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ناراض ہوئی تھیں تو بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کوئی الزام قائم نہیں ہوتا۔ کیونکہ حضرت ابوبکر نے حدیث سنائی تھی۔ جو ان کا فرض تھا۔ اب اگر اس بات پر سیدہ ناراض ہو جائیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اس میں کیا قصور ہے۔ کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سیدہ رضی اللہ عنہا کی خاطر حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل نہ کرتے۔

حالانکہ یہ مسلم ہے کہ جب حکم رسول طریقۂ صحیحہ ہے' مل جائے تو اس پر عمل کرنا اور اس کو ماننا ہر مسلمان کا فرض ہے' خواہ وہ اہل بیت سے ہو یا کوئی اور' حکم رسول پر سب کو گردن جھکا دینا واجب ہے۔

الغرض! اگر یہ مان لیا جائے کہ جناب سیدہ ابوبکر پر ناراض ہوئی تھیں تو ایسی صورت میں خود سیدہ پر الزام آتا ہے کہ وہ حدیث رسول سن کر بگڑ گئیں اور یہ بات سیدہ کی ذات عالیہ سے ناممکن ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ حضرت فاطمہ حدیث سن کر ناراض نہیں ہو سکتیں۔ اور روایات میں جو غضب وغصہ کے الفاظ آئے ہیں' وہ راوی کے اپنے تاثرات ہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زبان اقدس کے کلمات نہیں ہیں۔

جواب نمبر ۲: ان تمام بحثوں کو چھوڑ کر فرض کیجئے سیدہ ابوبکر پر ہی ناراض ہوئیں مگر سوال یہ ہے حضرت ابوبکر نے جب خود حضور سے "حدیث لانورث" سنی تھی کہ ہم کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے تو حکم نبوی کے ہوتے ہوئے حضرت ابوبکر کا کیا فرض تھا یا ان کو کیا جائز تھا؟ کہ سیدہ کو خوش کرنے کیلئے حدیث رسول کو پس پشت ڈال دیتے۔ ہمارے خیال میں کوئی مسلمان یہ نہیں کر

سکتا کہ سیدہ کو راضی رکھنے کیلئے ابوبکر کو حدیث پر عمل کرنا چھوڑ دینا چاہئے تھا۔ جب یہ بات مسلم ہے تو پھر ابوبکر پر کیا الزام؟

جواب نمبر۳: یہاں ہم اس امر کی وضاحت بھی کر دیں کہ شیعہ کہا کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ جس نے فاطمہ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔ ہم کہتے ہیں یہ بات حق ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ ایذا کا مفہوم کیا ہے۔ کیا اگر کوئی شخص حدیث پر عمل کرے تو اس سے سیدہ کو حقیقتاً ایذا پہنچ سکتی ہے؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو اگر بالفرض سیدہ ابوبکر پر ناراض ہوئی ہوں تو یہ ان کا فعل تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو ہرگز ناراض نہیں کیا۔ انہوں نے تو صرف حدیث سنا کر اس پر عمل کیا تھا۔ اور اس سے حقیقتاً سیدہ کو ایذا نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اس وعید میں حضرت ابوبکر کو داخل نہیں کیا جا سکتا۔

جواب نمبر٤: اگر شیعہ حضرات اس پر اصرار کریں کہ ہم تمہاری بات نہیں مانتے' سیدہ ضرور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ناراض ہوئی تھیں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضور کو ایذا پہنچتی ہے تو ہم کہیں گے ذرا سنبھل کر بات کیجئے۔ اگر شیعوں کے ہاں ایذا کا یہی مفہوم ہے تو حضرت علی بھی اس الزام سے نہیں بچ سکتے۔ اور وہ یوں کہ کتب شیعہ سے اظہر من الشمس ہے کہ سیدہ فاطمہ حضرت علی سے ناراض ہو جایا کرتی تھیں۔ اور اتنی سخت ناراض ہوتی تھیں کہ شدت غضب میں آپ کو برا بھلا کہہ دیتی تھیں۔ (معاذ اللہ)

جیسا کہ حق الیقین (شیعوں کی کتاب) کی عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سیدہ کو کوئی ایذا پہنچی تھی جبھی تو وہ ناراض ہوئی تھیں۔ حتیٰ کہ سیدہ نے موت کی خواہش کی اس روایت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے رویہ سے غضب ناک ہو کر فرمایا: کاش! کہ میں اسی ذلت سے قبل مر چکی ہوتی۔ حق الیقین کی فارسی عبارت مندرجہ ذیل "کاش پیش ازیں ذلت وخواری مردہ بودم" (حق الیقین از ملا باقر مجلسی ص ۲۳۴ مطبوعہ تہران ۱۳۳۳)

ایک شبہ اور اس کا جواب

اگر شیعہ یہ کہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شکر رنجی اور ناراضگی اگر ہوئی ہوگی تو وہ عارضی ہوئی تھی جیسے میاں بیوی میں بعض اوقات ہو جایا کرتی ہے۔

(۱) اس کا جواب اولا تو یہ ہے کہ آپ نے تسلیم کرلیا کہ عارضی ناراضگی حقیقی ایذا پر مشتمل نہیں ہوتی ہے۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ جو شخص حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حقیقی طور پر ایذا پہنچائے وہ حضور اکرم ﷺ کو ایذا پہچانے والا ہے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ حدیث پر عمل کر کے سیدہ کو حقیقی ایذا نہیں پہنچتی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حدیث پر عمل کر کے سیدہ کو حقیقی ایذا نہیں پہنچائی تو نتیجہ نکلا کہ سیدہ، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حقیقی طور پر ناراض نہیں ہوئیں، بلکہ ایسے ہی عارضی طور پر ناراض تھیں جیسے حضرت علی سے ہو جایا کرتی تھیں

(۲) دوسرا جواب یہ کہ جیسے عارضی طور پر سیدہ حضرت علی سے ناراض ہو جاتی تھیں اور پھر خوش بھی ہو جاتی تھیں تو اسی طرح حضرت ابوبکر سے بھی سیدہ عارضی طور پر اس وقت ناراض ہوگئی تھیں مگر بعد میں راضی ہو گئیں۔ جیسا کہ ہم کتب شیعہ سے ثابت کریں گے تو ایسی صورت میں آپ کون ہیں جو حضرت ابوبکر سے راضی نہ ہوں؟ اور ان پر زبان طعن دراز کریں؟

(۳) جواب نمبر تین میں "من اغضبها" حدیث کا شان ارشاد خود حضرت علیٰ رضی اللہ عنہ ہے، وہ اس طرح کہ ایک مرتبہ حضرت علی مرتضٰی نے ابوجہل کی لڑکی سے شادی کا ارادہ کیا اور نکاح کا پیغام بھی دے دیا۔ حضرت علی مرتضٰی کے اس فعل سے سیدہ کو اس قدر ناگواری ہوئی کہ آپ روتی ہوئی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اس موقع پر حضور علیہ السلام نے جو خطبہ دیا، اس کے الفاظ یہ ہیں۔

الا ان فاطمة بضعة منی یؤذینی ما اذا ها ویریبنی ما ارابها فمن اغضبها اغضبنی

خبردار! بیشک فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جو اسے اذیت پہنچائے گا اس نے مجھے اذیت پہنچائی

قارئین کرام! یہ ہے روایت اغضاب جس کی بنا پر شیعہ حضرات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر زبان طعن دراز کرتے ہیں۔ لیکن اس روایت کو اگر کوئی خارجی لے اڑے تو زمین و آسمان کے قلابے ملا کر سیدنا علی المرتضٰی پر مندرجہ ذیل الزامات قائم کر سکتا ہے بلکہ کر دیتا ہے۔

(۱) حضرت علی نے ایک ایسے شخص کی لڑکی سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا جو حضور اکرم ﷺ کا بدترین دشمن اور اسلام کا بدترین خالف تھا۔

(۲) حضرت علی کی زوجیت میں دنیا کی عورتوں کے سردار سیدہ فاطمۃ الزہرا تھیں، لیکن اس کے باوجود انہوں نے ابوجہل کی لڑکی کو پیغام نکاح دے دیا۔

(۳) حضرت علی کے اس فعل سے حضور سرور کائنات ﷺ کو کیسا صدمہ پہنچا ہوگا؟ اس کا اندازہ وہی کرسکتا ہے۔ جسکا داماد دوسری شادی کرنے کا ارادہ کرے۔

(۴) حضرت علی کے اس فعل سے سیدہ کو جو صدمہ پہنچا اس کا اندازہ بھی وہی عورت کرسکتی ہے جس کا شوہر دوسری شادی کرنے کی فکر میں ہو۔

جس طرح خارجیوں کے الزامات سے حضرت علی بری ہیں، اس طرح شیعوں کے الزامات سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بری ہیں۔ (ماخوذ از باغ فدک از سید محمود احمد رضوی)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر راضی ہوکر خدا کو گواہ بنایا

شیعوں کی کتاب حجاج السالکین میں روایت ہے:

ان ابابکر لمارأی ان فاطمة انقبضت عنهٗ وهجرته ولم تتكلم بعد ذالك في امر فدك كبر ذالك عنده فاراد استرضائها فاتا ها وقال لها صدقت يا بنت رسول الله ﷺ يقسمها فيعطي الفقراء والمساكين وابن السبيل بعد ان يعطي منها قوتكم والصانعين بها فقالت افعل فيها كما كان ابي رسول الله ﷺ يفعل فيها فقال ذالك الله غلي ان افعل فيها ماكان يفعل ابوك فقالت والله لتفعلن فقال والله لا فعلن فقالت اللهم اشهد فرضيت بذالك و اخذت العهد عليه و كان ابو بكر يعطيهم منها قوتهم ويقسم الباقي فيعطي الفقراء والمساكين وابن السبيل

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان سے تنگ دل ہوگئی ہیں اور انہیں چھوڑ دیا ہے اور ان سے اسکے بعد فدک کے معاملہ میں بات نہیں کی تو یہ بات ان پر گراں گذری، آپ نے انکو راضی کرنے کا ارادہ کیا۔ وہ آپکے پاس

آئے اور کہا' اے بنت رسول! تیرے دعویٰ میں سچائی ہے لیکن میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ فدک کی جائیداد سے تمہارا خرچ اور کام کرنے والوں کی اجرت دینے کے بعد باقی آمدنی کو فقراء اور مساکین اور مسافروں میں بانٹتے تھے۔ اس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایسا ہی کیجئے میرے والد رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں ضرور ایسا ہی کروں گا۔ حضرت فاطمہ نے کہا: اے اللہ! تو گواہ رہ اس فیصلہ پر وہ راضی ہوگئیں اور اس پر عہد لے لیا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فدک کی آمدنی سے ان کا خرچ دے کر باقی آمدنی فقراء و مساکین اور مسافروں میں تقسیم کرتے رہے۔

ہشیم بحرانی نے شرح نہج البلاغہ میں یوں روایت نقل کی ہے:

انه لما سمع كلاهما حمد الله و اثنیٰ وصلی علی رسوله ثم قال یا خيرة النسآء ابنه خير الاباء والله ماعدوت رأی رسول الله و لا عملت الا بامره قد قلت مابلغت واغلظت فاهجرت فغفر الله لنا ولك

اما بعد! فقد دفعت الات رسول الله ودابته الی علی واما ماسوی ذلك فانی سمعت رسول الله يقول انا معاشر الانبياء لانورث ذهباً ولا فضةً ولا ارضاً ولا عقارًا ولا داراً ولكنا نورث الايمان والحكمةوالعلم والسنة وعلمت بما امرنی ونصحت فقالت فقالت ان رسول الله ﷺ فقد و هبهمالی قال فمن يشهد بذالك فجاء علی ابن ابی طالبٍ و ام ايمن فشهدا لها بذالك فجاء عمر ابن الخطاب وعبدالرحمن ابن عوفٍ فشهدا ان رسول الله كان يقسمها فقال ابوبكرٍ صدقت يا ابنة رسول الله وصدق علی وصدقت ام ايمن وصدق عمر وصدق عبدالرحمن وذالك ان لك ما لابيك كان رسول الله ياخذ من فدك قوتكم ويقسم الباقی ويحمل فی سبيل الله ولك علی الله ان اصنع بها كما كان ياخذ غلتها فيدفع اليهم منها مايكفيهم ثم فعلت الخلفاء بعده كذالك الی ان ولی معاوية فاقطع مروان ثلثها بعد الحسن ثم خصت فی خلافته وتداولها اولاده الی ان انتهت الی

عمر ابن عبدالعزیز فردھا فی خلافتہ علی اولاد فاطمہ۔

(شرح نہج البلاغہ لابن ہشیم بحرانی: مطبوعہ طہران ج ۳۵)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب سیدہ کا کلام سنا تو اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور رسول اللہ پر درود بھیجا، پھر کہا۔ اے عورتوں میں سے افضل! اور افضل باپ کی بیٹی! میں نے رسول اللہ ﷺ کی رائے سے تجاوز نہیں کیا۔ اور میں نے ان ہی کے حکم پر عمل کیا۔ آپ نے گفتگو کی اور بات بڑھادی اور سختی اور ناراضگی کی۔ اب اللہ آپ کو بھی اور ہمیں بھی معاف کرے۔

اما بعد: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہتھیار اور سواری کا جانور علی کو دے دیا ہے۔ لیکن ان کے سوا جو کچھ ہے اس میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا ہیکہ ہم انبیاء کی جماعت نہ سونے کی میراث دیتے ہیں، نہ چاندی کی، نہ زمین کی، نہ کھیتی کی، نہ مکان کی۔ ہم میراث دیتے ہیں ایمان۔ حکمت۔ علم اور سنت کی۔ اور میں نے اسی پر عمل کیا جو مجھے حکم کیا تھا اور میں نے نیک نیتی سے معاملہ کیا ہے۔ تو سیدہ نے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فدک ھبہ کیا ہوا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، گواہ کون ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ام ایمن نے آ کر گواہی دی، پھر حضرت عمر بن خطاب اور عبدالرحمٰن بن عوف آئے، تو انہوں نے گواہی دی کہ رسول اللہ ﷺ فدک کو تقسیم فرماتے تھے۔ تو ابوبکر نے کہا، اے رسول اللہ کی بیٹی! تو نے سچ کہا۔ اور علی اور ام ایمن نے بھی سچ کہا اور عمر اور عبدالرحمٰن بن عوف نے بھی سچ کہا: یعنی انہیں جھٹلاتا نہیں۔ اسکا تصفیہ یوں ہے کہ جو تیری والد کیلئے تھا وہی تیرے لئے ہے، رسول اللہ ﷺ فدک میں سے تمہارا گذارہ رکھ لیتے تھے۔ اور باقی کو تقسیم کردیتے تھے اور اس میں سے اللہ کے راستہ میں اٹھا دیتے تھے اور میں تیرے لئے اللہ کی قسم کھاتا ہوں کے فدک میں وہی کرونگا جو رسول اللہ کرتے تھے۔ اس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا راضی ہوگئیں اور ان سے اس پر عمل کرنے کا عہد لے لیا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فدک کی پیدوار لیتے تھے اور جتنا اہل بیت کا خرچ ہوتا تھا ان کے

پاس بھیج دیتے تھے۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد اور خلفاء نے بھی اس پر عمل کیا یہاں تک کہ امیر معاویہ کی حکومت کا زمانہ آیا تو امام حسن کی وفات کے بعد مروان نے فدک کے ایک ثلث کو اپنی جاگیر بنا لیا' پھر اپنی خلافت کے زمانہ میں اپنے لئے خاص کرلیا۔ اور مروان کی اولاد کے پاس رہا یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس پہنچا تو انہوں نے اپنی خلافت کے عہد میں فدک کو اولاد فاطمہ پر واپس کردیا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی راضی تھیں

ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی راضی ہوگئیں تھیں۔

فمشیٰ الیھا ابوبکر بعد ذالك وشفع لعمر وطلب الیھا فرضیت عنہٗ

(ابن ابی الحدید نہج البلاغہ ج ٦ ۷ مطبوعہ طہران)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے راضی ہونے کی سفارش کی اور اسے ان کے پاس طلب کیا' پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان سے بھی راضی ہوگئیں۔

فدک کے معاملہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی

شیعہ عالم ملا باقر مجلسی نے علل والشرائع کے حوالہ سے لکھا ہے:

عن ابراھیم الکرخی قال سألت ابا عبداللہ علیہ السلام لای علة ترك امیر المومنین علیہ السلام فدکا لما ولی الناس فقال للا قتداء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(بحار الانوار ج ۸ ص ۱۳۶ مطبوعہ تہران)

ابراہیم کرخی سے مروی ہے کہ میں نے امام ابوعبداللہ علیہ السلام سے پوچھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب لوگوں کے والی ہوگئے تو فدک کو کیوں چھوڑ دیا؟ تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ایسا کیا۔

حضرت صدیق اکبر نے اپنی تمام جائیداد
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پیش کردی

شیعوں کی کتاب حق الیقین میں فدک کے سلسلہ میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

کہ اموال واثقال خود را از تو مضائقہ نمی کنیم آنچہ خواہی مگر تو سیدہ امت پدر خودی وشجرہ طیبہ برائے فرزندان خود انکار فضل تو کسے نمی تواں کرد حکم تونا فذ است درمال من' امادر مال مسلماناں مخالفت پدر تونمی کرد

میں اپنے اموال اور سامان کو تجھ سے دریغ نہیں رکھتا جو چاہو اس سے لے لو تو اپنے والد کی امت کی سردار ہے اور اپنے فرزندوں کیلئے بطور پاک درخت کے ہے' تمہاری بزرگی کا کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا۔ میرے مال میں آپکا حکم نافذ ہے لیکن مسلمانوں کے مال میں تمہارے والد یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کیخلاف نہیں کرسکتا۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ باتیں سن کر فرمایا:

انا قد عرفنا یا ابا بکرٍ فضیلتك (بخاری باب مناقب قرابۃ رسول اللہ ج ۲)

یعنی اے ابوبکر! رضی اللہ عنہ ہم نے آپکی فضیلت کو اچھی طرح جان لیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے رشتہ داروں
کی بنسبت آل محمد سے نیکی کرنا زیادہ محبوب تھا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لقرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الی ان اصل من قرابتی

(بخاری باب قرابۃ رسول اللہ ج ۲)

قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے' یقیناً رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں سے نیک سلوک کرنا مجھے اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

اہل بیت میں رسول اللہ ﷺ کا لحاظ رکھو

حضرت عبداللہ ابن عمر نے فرمایا: کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کرتے تھے:

ارقبوا محمداً ﷺ فی اھل بیتہ (بخاری ایضاً)

یعنی اہل بیت محمد ﷺ کے معاملہ میں ان کا لحاظ ملحوظ رکھو۔

رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت سے ازواج رسول اور اولاد دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کیلئے بھیجا

تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوگئیں تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو ان کی تیمار داری اور خدمت کیلئے بھیجا جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات تک خدمت کرتی رہیں۔ سیدہ کو خیال ہوا کہ کپڑے سے عورتوں کے جنازہ کا ستر اچھی طرح سے نہیں ہوتا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے گہوارا بنانے کی رائے دی اور کہا یہ صورت انہوں نے ہجرت کے ایام میں حبشہ میں دیکھی تھی۔ سیدہ کی خواہش پر حضرت اسماء نے لکڑیاں باندھ کر گہوارہ بنایا اور اسے سیدہ کو دکھلایا جس پر سیدہ بہت خوش ہوئیں اور فرمایا:

سترتمونی ستر کم اللہ (بحار الانوار: ج ۲۰)

آپ نے میرا ستر کیا اللہ تعالیٰ تمہارا ستر کرے۔

سیدہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے وقت صرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیوی پاس تھی

ملا باقر مجلسی شیعہ کی روایات کے مطابق سیدہ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر میں

موجود نہ تھے۔ صرف حضرت اسماء بنت عمیس حضرت صدیق اکبر کی بیوی آپ کے پاس تھیں۔ اس نے ہی وفات کی اطلاع حضرات حسنین کریمین کو دی اور انہی کے ذریعے اس کی اطلاع حضرت علی کو بھجوائی۔ (بحار الانوار: ج ۵ ص ۵۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی اسماء نے سیدہ کو غسل دیا

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت اسماء بھی میرے غسل میں شریک رہے۔ (بحار الانوار ج ۵ ص ۵۳)

شیعہ کی کتاب اعلام الوریٰ باعلام الہدیٰ کے صفحہ ۱۵۸ پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آخری لمحات اور تدفین کا ذکر ان الفاظ میں ہے:

روىٰ انها توفيت لثالث من جمادى الآخرة احدىٰ عشرة من الهجرة وبقيت بعد النبي خمسة وتسعين يوماً وروىٰ اربعة اشهر و تولىٰ امير المؤمنين غسلها اسماء بنت عميس وانها قالت اوصت فاطمة ان لا يغسلها اذا ماتت الا انا وعلي فغسلتها انا وعلي وصلى عليها امير المومنين والحسن والحسين وعمار ومقداد وعقيل والزبير وابوذر و سلمان و بريدة ونفر من بني هاشم في جوف الليل ودفنها علي امير المؤمنين سراً بوصية منها في ذالك

یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پچانوے روز یا چار ماہ بعد جمادی الاخرہ ۱۱ھ میں فوت ہوئیں۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے غسل دیا' کیونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وصیت فرمائی تھی کہ انہیں علی رضی اللہ عنہ اور اسماء رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی غسل نہ دے۔ آپ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت عمار حضرت مقداد حضرت عقیل حضرت زبیر حضرت ابوذر حضرت سلمان حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہم اور ہاشمیوں نے آدھی رات کے وقت نماز جنازہ پڑھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رات کے اندھیرے میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خاموشی اور

اخفاء سے دفن کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیوی اسماء سے دلوایا

سیدہ فاطمہ کی وفات کی اطلاع ملنے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر آئے تو انہوں نے حضرت اسماء ہی سے غسل دلوایا:

ثم قال علی علیہ السلام یا اسماء بنت عمیسٍ غسلیھا و حنطیھا و کفنیھا

(بحار الانوار ج ۵ ص ۵۴)

حضرت علی علیہ السلام نے اسماء رضی اللہ عنہا سے کہا' اسماء! تو ہی سیدہ کو غسل دے اس پر حنوط ڈالدے اور اسے کفن پہنا دے۔

شیعہ کی معتبر کتاب (کشف الغمہ ص ۱۴۹) میں ہے:

"ثم قال علی یا اسماء و غسلیھا وحنطیھا و کفنیھا" قال فغسلوھا و کفنوھا و حنطوھا وصلوا علیھا لیلاً ودفنوا بالبقیع وماتت بعد العصر قال ابن بابویہ جاء ھذا الخبر ھکذا والصحیح عندی انما دفنت فی بیتھا فلما زاد بنو امیۃ فی المسجد صارت فی المسجد

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا زوجہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ فاطمہ کو غسل دو' کفن پہناؤ' حنوط کرو اور پھر رات کے وقت جنازہ پڑھا گیا اور وہ بقیع میں مدفون ہوئیں' انتقال عصر کے بعد ہوا تھا۔ ابن بابویہ کہتے ہیں کہ خبر یونہی آئی ہے اور میرے نزدیک درست یہ ہے کہ وہ اپنے گھر میں دفن ہوئیں اور جب بنوامیہ نے مسجد کی توسیع کی تو آپ کا دفن حدود مسجد میں شامل ہوگیا۔

قارئین کرام! شیعہ کتب سے مذکورہ حوالہ جات سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو غسل' حنوط اور کفن دینا یہ سب کام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرت

اسماء بنت عمیس زوجہ محترم سیدنا صدیق اکبر ؓ نے تن تنہا انجام دیئے اور حضرت علی ؓ کے متعلق جن روایات میں سیدہ کو غسل دینے کا ذکر ہے۔اس کا مطلب معاونت ہے جیسے پانی وغیرہ اور کفن وغیرہ لا دینا۔

یہ غلط ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ ؓ کی وفات کا صرف چند افراد کو علم ہوا

اہل بیت کی محبت کے جھوٹے مدعیوں کی طرف سے یہ افسانہ بھی گھڑا گیا کہ حضرت سیدہ کی وفات کا بہت کم لوگوں کو علم ہوا اور سیدہ فاطمہ ؓ کی وصیت کے مطابق حضرت علی ؓ نے ان کی وفات کی اطلاع نہ کی اور خفیہ طور پر رات کی تاریکی میں دفن کر کے قبر کی جگہ برابر کر دی۔

جلاء العیون اردو ترجمہ ص ۲۲۷ ج ا میں ملا باقر مجلسی شیعی لکھتے ہیں:

"جناب امیر ؑ نے گرد قبر جناب فاطمہ سات قبریں اور بنائیں اس لئے کہ نہ جانیں کہ قبر جناب فاطمہ کون سی ہے؟ اور بروایت دیگر چالیس قبروں پر پانی چھڑکا۔اس لئے کہ قبر جناب فاطمہ مشتبہ ہو جائے اور بروایت دیگر قبر جناب فاطمہ کو زمین کے ساتھ ہموار کر دیا۔ کہ علامت قبر نہ معلوم ہو۔ یہ اس لئے تھا کہ منافقین واشقیائے امت قبر آنحضرت کو نہ جان سکیں اور قبر پر جا کر نماز جنازہ نہ پڑھ سکیں اور خیال قبر کھودنے کا دل میں نہ لائیں۔

جلاء العیون میں ہے جب یہ خبر سیدہ کی وفات کی مدینہ میں منتشر ہوئی سب مرد و عورت رونے لگے اور آوازہائے چیخ و بکا خانہ ہائے مدینہ سے بلند ہوئیں۔اور سب مرد و عورت خانہ امیر المومنین کی طرف دوڑے۔ زنان بنی ہاشم جناب فاطمہ ؓ کے گھر میں جمع ہوئیں' نزدیک تھا کہ ہائے ہیون سے مدینہ میں زلزلہ آ جائے۔تمام لوگ تعزیت کیلئے آتے تھے۔

پھر لکھتے ہیں:

لوگ جمع تھے اور منتظر تھے کہ جنازہ باہر آئے۔ پس ابوذر ؓ باہر تشریف لائے اور فرمایا: جنازہ کے باہر آنے میں ابھی توقت ہے۔ یہ سن کر لوگ متفرق ہو کر چلے گئے' جب پہر رات آئی اور سب لوگ سو گئے' جنازہ کو باہر لائے اور جناب امیر ؑ وحسنین ؑ وعمار و مقداد و عقیل و زبیر وابوذر و سلمان و بریدہ اور ایک گروہ بنی ہاشم اور خواص آنحضرت نے نماز جنازہ ادا کی۔

(جلاء العیون ج ا ص ۲۲۷)

حضرت عباس عم رسول ﷺ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیغام' انہوں نے فرمایا: غم بیماری حبیبۂ دل' نور دیدۂ رسول خدا اور میری نور دیدہ نے مجھے اندوہناک کردیا۔ اور گمان یہ ہے وہ قبل میرے اپنے والد رسول خدا سے ملحق ہونگی اور آنحضرت ان کیلئے بہترین منازل بہشت اور درجات آخرت عطا کریں گے اور مقرب بارگاہ الٰہی کرینگے اور عطا ہائے بزرگ بخشیں گے۔ جب یہ وقت آئے مہاجرین و انصار کو جمع کرنا تاکہ سب جنازہ پر حاضر ہونے اور نماز جنازہ پڑھنے کا ثواب حاصل کریں اور یہ بات باعث زینت دین ہے۔ (جلاء العیون: ص ۲۸۸)

عقل وخرد اس بات کو تسلیم نہیں کرتی ہے' حضور علیہ السلام کی بیٹی کی وفات ہو اور وفات بھی اچانک نہ ہو طویل علالت کے بعد ہو اور لوگوں کو پتہ نہ چلے۔ اور جنازہ میں شرکت نہ کریں۔ صرف چند اشخاص نماز جنازہ پڑھیں' یہ سب باتیں دشمنان اسلام یہودیوں اور دشمنان صحابہ کی اڑائی ہوئی ہیں۔ اور ان کی اس قدر تشہیر کی گئی ہے کہ عوام بلکہ خواص نے بھی ان کو حقیقت سمجھ لیا' جبکہ حقیقت وہ ہے جو کہ جلاء العیون کی مذکورہ بالا عبارت سے ظاہر ہوئی ہے کہ سیدہ کی وفات پر اہل مدینہ پر قیامت ٹوٹ پڑی اور صحابہ کرام جنازہ کے انتظار میں بیٹھے رہے اور انہوں نے نماز جنازہ ادا کی۔

ہوسکتا ہے چند افراد اس مغالطہ میں رہے ہوں کہ نماز جنازہ کل ہوگا اور نہ مل سکے ہوں' لیکن یہ کہنا کہ سیدہ کو چوری چوری دفن کیا گیا اور صرف چند اشخاص نے آپکی نماز جنازہ ادا کی' باقی سب صحابہ کرام بے خبر رہے۔ تاریخ اسلام کا سب سے بڑا جھوٹ ہے جس کو پروپیگنڈا کے ذریعہ صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیمار پرسی کیلئے ان کے گھر تشریف لے گئے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب سیدہ کیلئے گہوارہ بنانے کی خبر سنی تو وہ سیدہ کے گھر آئے اور کہا' یہ گہوارہ کیوں بنایا گیا ہے؟ تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے واقعہ سنایا کہ سیدہ رضی اللہ عنہا نے اس کی وصیت کی ہے تو آپ خاموش ہوگئے۔

(استیعاب: ص ۷۷۳' واسد الغابہ ص ۸۲۴' مرقاۃ شرح مشکوۃ آخر)

ملا باقر مجلسی شیعہ عالم نے بحار الانوار میں نقل کیا ہے:

استاذنا ابوبکرٍ وعمر فی مرضها لیعوداها فاذنت لهما الدخول

(بحار الانوار ج۸ ص ۱۳۵)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیدہ کی بیماری میں ان کے ہاں جا کر اندر آنے کی اجازت طلب کی' تا کہ ان کی عیادت کریں تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دونوں کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔

بحار الانوار میں ہی جعفر بن محمد سے مروی ہے:

فاذنت لهما فدخلا علیهما فسلما فردت (بحار الانوار: ج۸ ص ۸۶)

اور وہ اندر داخل ہوئے اور دونوں نے سلام کہا' سیدہ نے سلام کا جواب دیا۔

طبقات کی بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عیادت کی جس سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت خوش ہوئیں۔ (طبقات ابن سعد ص ۱۷)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ نہیں' بلکہ کئی مرتبہ سیدہ کی عیادت کیلئے گئے' کبھی اکٹھے اور کبھی علیحدہ علیحدہ۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی بیمار پرسی کیلئے ان کے گھر گئیں

شیعہ مصنف ملا باقر مجلسی رقمطراز ہیں۔ ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی سیدہ کی بیمار پرسی کیلئے تشریف لائیں۔ (بحار الانوار: ج۵ ص ۵۵)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی

شیعہ عالم ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں نقل کیا ہے۔ قاضی القضاۃ نے المغنی میں لکھا ہے:

بانه روی ان ابابکرٍ هو الذی صلی علیٰ فاطمة وکبر اربعاً وهذا احد ما استدل به کثیر من الفقهاء فی التکبیر علی المیت

(بحار الانوار ص ۸ ص ۳۴)

کہ روایت کیا گیا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی وہ شخص تھے جنہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں اور یہ امر بھی ان دلیلوں میں سے ایک ہے جو فقہاء نے میت پر چار تکبریں کہنے پر پیش کی ہے۔

صوفیاء کی کتب سے جن کے سلسلے ائمہ اہل بیت سے چلتے ہیں۔ اس کی مزید تائید ہوتی ہے۔ سید محمد نور بخش بانی سلسلہ نور بخشیہ (۷۹۵ھ۔۸۹۶ھ) نے لکھا ہے:

فلما حضرت جنا زتها بالبقيع قال ابوبكرٍ رضي الله عنه تقدم ياعلى انت احق بصلوتها فقال على كرم الله وجهه والله لتصلينها فتقدم ابوبكرٍ صلّٰى ها

(مشجر الاولیاء ص ۵۲)

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ بقیع میں حاضر ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ اے علی! رضی اللہ عنہ آپ آگے ہوکر انکی نماز جنازہ پڑھائیں، حضرت علی نے فرمایا: اللہ کی قسم! آپ ضرور ان کی نماز جنازہ پڑھائیں گے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے ہوئے اور انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔

کنز العمال میں جعفر بن محمد کی ایک حدیث مروی ہے:

عن جعفر ابن محمدٍ عن ابيه قال ماتت فاطمة بنت النبي ﷺ فجاء ابوبكرٍ و عمر ليصلوا فقال ابوبكرٍ لعلي ابن ابي طالب تقدم فقال ما كنت لاتقدم وانت خليفة رسول الله ﷺ فتقدم ابوبكرٍ فصلى عليها

(کنز العمال ج ۶ کتاب الفضائل ص ۳۱۸)

جعفر بن محمد نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت نبی ﷺ وفات پا گئیں تو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما آئے تا کہ آپ کی نماز جنازہ پڑھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ آگے ہو جائیں تو انہوں نے کہا میں آگے نہیں ہوں گا، اس حالت میں کہ آپ خلیفہ رسول اللہ موجود ہیں، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے ہوئے اور انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔

امام بیہقی نے سنن کبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بازو پکڑ کرانہیں آگے کیا اور انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (سنن کبریٰ ج ۴ کتاب الجنائز ص ۲۹)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قرآن کی نظر میں

قرآن مجید میں کچھ آیتیں تو وہ ہیں جن میں بالعموم صحابہ کرام یا مہاجرین و انصار کی مدح کی گئی ہے ان آیات کے عموم میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا داخل ہونا یقینی ہے۔ اور کچھ آیتیں وہ جن میں خلفائے راشدین کی خلافت اور ان کے فضائل کا تذکرہ ہے۔ ان آیات کے بھی اولین مصداق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ مگر ان دونوں قسم کی آیتوں کے علاوہ کچھ ایسی آیتیں بھی ہیں جن میں خصوصیت کے ساتھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل کا بیان ہے اس مقام پر اس تیسری قسم کی چند آیتوں کا حوالہ دیا جاتا ہے۔

(۱) آیت نماز: جس میں حضرت صدیق اکبر کی ہجرت میں رفاقت کا ذکر اور اس پر مختصر بحث سابق اوراق میں گذر چکی ہے۔

(۲) آیت قتال: مرتدین سورۃ مائدہ آیت نمبر ۵۴ ہے جس میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے فرمانبرداروں کو اللہ تعالیٰ نے اپنا محبوب و محب فرمایا کہ وہ مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت اور راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں۔ اور ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہیں ڈرتے یہ آیت بھی مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔

۳۔ وسیجنبها الاتقى الذى يوتى ماله يتزكى (الیل: ۹۲/۱۷)

اور بچایا جائے گا دوزخ کی آگ سے وہ بڑا متقی جو اپنا مال خرچ کرتا ہے تاکہ پاکیزگی حاصل ہو۔

مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی جب کہ انہوں نے اپنا مال راہ حق میں خرچ کر دیا اور پے در پے سات غلاموں کو جو مسلمان ہونے کے سبب ستائے جاتے خرید کر آزاد کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو اتقٰی یعنی بڑا پرہیز گار فرمایا اور ایک دوسری آیت میں ہے:

ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم (الحجرات: ۴۹/۱۳)

بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔

دونوں آیتوں کے ملانے سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ اللہ کے نزدیک صدیق اکبر کی زندگی تمام صحابہ سے زیادہ تقویٰ والی ہے۔

۴۔ ولا یاتل اولوالفضل منکم

اور جو لوگ تم میں صاحب فضل اور

و السعة ان یوتوا اولی القربی (النور: ۲۴/۲۲)

صاحب وسعت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ رشتہ داروں کو کچھ خرچ نہ دیں گے۔

باتفاقِ مفسرین یہ آیت بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی جب کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی۔ اور قرآن شریف میں ان کی پاکی نازل ہوئی۔ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کو جو ان کے قرابت دار تھے اور اس تہمت میں شریک تھے، خرچ دینا موقوف کر دیا اور اس سے پہلے ان کو خرچ دیا کرتے تھے۔ آیت نازل ہونے کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پھر ان کے ساتھ اسی طرح کا سلوک شروع کر دیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپکو بزرگی والا فرمایا ہے۔

صدیق اکبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں

حضرت ابوسعید خدری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

۱۔ ان من امن الناس علی من صحبته وماله ابابکر ولو کنت متخذا خلیلاً لا تخذت ابابکر خلیلا ولکن اخوة الا سلام ومودته ولا تبقین فی المسجد خوخة الاخوخة ابی بکر۔ (صحیحین)

بیشک سب سے زیادہ اپنی رفاقت اور اپنے مال سے مجھ پر احسان کرنیوالے ابوبکر ہیں۔ اور اگر میں اللہ کے سوا کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا، لیکن ان سے اسلام کی اخوت و محبت ہے۔ مسجد میں سوا ابوبکر کے اور کسی کی کھڑکی باقی نہ رکھی جائے۔

سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہم نے سب کے احسان کا بدلہ اتار دیا

۲۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ ما لا حدٍ عندنا یدالا وقد کافیناہ ماخلا ابوبکرٍ فان عندنا یداً یکافیہ اللہ بھا یوم القیامۃ و مانفعنی مال احدٍ قط مانفعنی مال ابی بکرٍ (ترمذی' مشکوۃ باب مناقب ابی بکر)

حضرت ابو ہریرۃ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم نے ہر شخص کے احسان کا بدلہ اتار دیا ہے سوائے ابوبکر کے کیونکہ ابوبکر کا ایسا احسان تھا جس کا بدلہ خود اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دے گا۔ کسی کے مال نے مجھے اتنا فائدہ نہیں پہنچایا جتنا کہ ابوبکر کے مال نے پہنچایا ہے۔

صاحب نماز اور صاحب حوض

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

انت صاحبی فی الغار وصاحبی علی الحوض (ترمذی و مشکوۃ)

آپ میرے غار اور حوض کے ساتھی ہیں۔

قربانیوں میں سب سے آگے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ خدا کی راہ میں مال دیں۔ اتفاقاً میرے پاس بہت سا مال تھا تو میں نے کہا اگر کسی دن سبقت لے جانا ممکن ہے تو آج کے دن میں ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سبقت لے جاؤں گا۔ حضرت عمر نے کہا کہ میں نصف مال حضور ﷺ کے پاس لایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنے گھر کیلئے کیا رکھا۔ عرض کیا اس کی مثل (آدھا) اور حضرت ابوبکر سب مال جو ان کے پاس تھا حضور علیہ السلام کی خدمت میں لے آئے' حضور علیہ السلام نے پوچھا۔ اپنے اہل وعیال کیلئے کیا رکھا' حضرت ابوبکر نے عرض کیا۔ ان کیلئے اللہ اور اسکا رسول چھوڑ آیا ہوں' حضرت عمر فرماتے ہیں۔ میں نے کہا میں ابوبکر رضی اللہ عنہ پر کبھی سبقت نہیں لے جاسکوں گا۔

(مشکوۃ)

امت پر سب سے زیادہ مہربان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ارحم امتی بامتی ابوبکر (ترمذی)

میری امت میں سب سے زیادہ میری امت پر مہربان ابوبکر ہیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بزبان حضرت علی رضی اللہ عنہما

امت میں سب سے افضل واکرم حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا اللہ کے نزدیک اس امت میں سے سب مخلوق سے معزز اور انکے درجوں میں سب سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں' اس لئے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد قرآن کو جمع کیا اور خدا کے دین کو قائم کیا اور اسکے ساتھ ہی وہ قدیم بالایمان اور کئی سبقتوں و فضائل کے مالک بھی ہیں۔

(کنز العمال ج ۶ ص ۳۱۹ کتاب الفضائل)

ابوبکر کی مخالفت سے مجھے اپنے رب سے شرم آتی ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

انی لاستحیی من ربی ان اخالف ابابکر

(کنز العمال ج ۶ کتاب الفضائل ص ۳۱۴)

مجھے اپنے رب سے شرم آتی ہے کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کسی معاملہ میں مخالفت کروں۔

میری محبت اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا بغض

کسی مومن کے دل میں جمع نہیں ہوسکتے

حضرت ابوجحیفہ سے روایت ہے کہ میں حضرت علی امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے پاس آپ کے گھر

گیا اور میں نے عرض کیا اے رسول اللہ ﷺ کے بعد بہترین انسان! تو آپ نے فرمایا:

ابوبکرٍ و عمر یا اباجحیفة لا یجمع حبی و بغض ابی بکرٍ وعمر فی قلب مؤمن ولا یجمع بغضی وحب ابی بکرٍ وعمر فی قلب مومن۔

(کنزالعمال ج ۶ کتاب الفضائل)

تو آپ نے فرمایا: اے ابوجحیفہ! ٹھہر جا میں تجھے بتاؤں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کون افضل انسان ہے؟ وہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ اے ابوجحیفہ! میری محبت اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا بغض مومن کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے ہیں اور نہ میری دشمنی اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی محبت مومن کے دل میں جمع ہو سکتے ہیں۔

ہدایت کے امام اور اسلام کے سردار

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کیا ہے ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا، ہم نے سنا ہے، آپ اپنے خطبہ میں فرما رہے تھے:

اللهم اصلحنا بما اصلحت به الخلفاء الراشدين المهديين فمن هم فاغرو رقت عيناه فقال هم حبيبائى ابوبكرٍ وعمر اماما الهدى وشيخا الاسلام و رجلا قريش المقتدىٰ بهما بعد رسول الله ﷺ من اقتدىٰ بهما عصم ومن اتبع اثارهما هدى إلى صراط مستقيم ومن تمسك بهما فهو من حزب الله۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۲۱)

اے اللہ! تو اسی طرح ہماری اصلاح کر دے جس طرح تو نے خلفائے راشدین مہدیین کی اصلاح کی تھی، وہ کون ہیں؟ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے اور فرمایا: میرے دو پیارے دوست ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہیں جو ہدایت کے دو امام تھے اور اسلام کے دو سردار تھے۔ اور قریش کے ایسے دو آدمی تھے جن کی رسول اللہ ﷺ کے بعد اقتداء کی گئی۔ جس نے ان دونوں کی پیروی کی وہ بچا لیا گیا اور جو ان کے نقش قدم پر چلے، وہ صراط مستقیم کی طرف ہدایت پا گیا اور جس نے ان دونوں سے تمسک کیا، وہ اللہ کی جماعت

سے ہے۔

ابو بکر و عمر رسول اللہ ﷺ کی سنت و سیرت پر عمل کرتے ہوئے دنیا سے تشریف لے گئے

عبد خیر سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا پھر فرمایا:

قبض رسول الله ﷺ واستخلف ابوبكرٍ رحمه الله فعمل بعمله وسار بسيرته حتى قبضه الله عزوجل على ذالك ثم استخلف عمر رحمه الله فعمل بعملهماوسار بسيرهما حتى قبضه الله عزوجل على ذالك

(تاریخ عمر بن الخطاب لابن جوزی ص ۲۱۲)

جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے اللہ ان پر رحمت کرے، انہوں نے حضور ﷺ کے عمل پر عمل کیا اور آپ ﷺ کی سیرت پر چلتے رہے یہاں تک کہ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اٹھا لیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے، اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے انہوں نے دونوں کے عمل پر عمل کیا اور دونوں کی سیرت پر چلتے رہے۔ اور اسی پر اللہ تعالیٰ نے انہیں اٹھا لیا۔

حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما پر طعن کرنیوالوں پر ائمہ اہل بیت کی شدید ناراضگی اور ان سے برأت کا اعلان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن علی نے پوچھا:

يا جابر بلغني ان قوماً بالعراق يزعمون انهم يحبوننا ويتنا ولون ابابكرٍ وعمر رضي الله عنهما و يزعمون اني امرتهم بذالك فابلغهم اني الى الله منهم برئ والذي نفس محمدٍ بيده لو وليت لتقربت الى

الله تعالیٰ بدمائهم لانالتنی شفاعة محمد ﷺ ان لم اکن استغفر لهما واترحم علیهما ان اعداء الله لغافلون عنهما۔

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم)

اے جابر! مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ عراق میں کچھ لوگ ہماری محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی توہین کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے انہیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے' ان کو یہ بات پہنچادو کہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور ان سے بیزار ہوں۔ مجھے اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں مجھ محمد کی جان ہے! اگر میں حاکم ہوتا تو ان کو قتل کرکے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا' مجھے محمد ﷺ کی شفاعت نہ پہنچے اگر میں ان دونوں کیلئے استغفار نہ کروں اور ان کیلئے رحمت کی دعا نہ کروں' خدا کے دشمن ان دونوں (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کے مرتبہ سے بے خبر ہیں۔

ہمیں ہمارے حق سے نہ بڑھاؤ

عن علی ابن الحسین قال یا معشر اهل العراق یا معشر اهل الکوفة احبونا حب الاسلام ولا ترفعونا فوق حقنا

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم)

علی بن حسین رضی اللہ عنہما یعنی امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: اے عراق والو! اے کوفہ والو! ہم سے اسلام کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو اور ہمیں ہمارے حق سے زیادہ اونچا نہ کرو۔

حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کا مقام حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی نظر میں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ان خطوط میں جو آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھے جو نہج البلاغہ میں درج ہیں' اس کے شارحین نے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ عبارت

درج کی ہے۔

ولعمری عن مکانهما منالاسلام لعظیم وان المصاب بهما لجرح فی الاسلام شدید فرحمهما الله وجز اهما باحسن ما عملا

(شرح نہج البلاغۃ لابن حدید شیعی ج۲ ص ۲۱۹)

مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ دونوں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا مرتبہ اسلام میں ضرور عظمت والا ہے اور ان دونوں کی وفات سے اسلام کو سخت زخم پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحم کرے اور انہیں ان کے عمل کی اچھی جزا دے۔

نہج البلاغۃ میں یہ بھی لکھا ہے۔للہ بلاد فلان اور بعض نسخوں میں ہے:

لله در فلان فلقد قوم الاود ودادی العمد واقام السنة وخلف البدعة ذهب نقی الثوب قلیل العیب واصاب خیرها وسبق شرهاادی الله طاعته واتقاه بحقه رحل وترکهم فی طرقٍ متشعبةٍ لا یهتدی فیه الضال ویستیقن المهتدی۔ (نہج البلاغۃ ص ۱۸۲ مطبوعہ تہران)

فلاں کی حکومت کیا ہی اچھی تھی یا فلاں پر خدا انعام کرے اس نے کجی کو سیدھا کیا اور حکومت کے ترچھے ستون درست کر دیئے اور سنت کو قائم کیا اور بدعت کو پیچھے ڈالا وہ پاکدامن چلا گیا۔ وہ بے عیب تھا۔ اس نے خلافت کا بہتر حصہ پایا اور اس کے شر سے پہلے ہی اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اس نے خدا کی پوری بندگی کی اور اس کے تقویٰ کا حق ادا کر دیا اور ایسے حال میں دنیا سے رحلت کر گیا کہ لوگوں کو پیچ در پیچ راہوں میں چھوڑ گیا' جن میں گمراہ آدمی راستہ نہیں پاتا اور راہ پانے والے کو یقین نہیں ہوتا۔

اگرچہ بعض شارحین نہج البلاغہ نے لکھا ہے کہ اس جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مراد فلاں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں' مگر بعض نے لکھا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ اصل عبارت للہ بلاد عمر تھی۔ مصنف نہج البلاغہ نے للہ بلاد فلاں لکھ کر نام کو چھپا دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نام لے کر صاف اور غیر مبہم کلام کی تھی۔

خطبہ شقشقیہ جو نہج البلاغہ میں شامل ہے۔ جمہور محدثین اور علماء رجال کی رائے یہ ہے کہ اس

میں تحریف کی گئی ہے۔ اس کے مصنف نے اپنے خیالات کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے ادا کیا ہے۔ نہج البلاغہ میں سے بعض حصے علی رضی اللہ عنہ کے ہیں مگر اکثر رضی و مرتضی دو شیعہ عالموں کے حذف، تحریف، تقدیم و تاخیر، اخفاء و ابہام، بے ربطی اور بناوٹ سے خالی نہیں ہیں۔ بعض مقامات پر انہوں نے اپنے اور اپنے زمانہ کے خیالات کو عربی زبان میں ڈھال کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب کیا ہے۔ اور درحقیقت وہ علی رضی اللہ عنہ کا کلام نہیں ہے، اور نہ آپ ایسا گھٹیا کلام کر سکتے تھے۔

علامہ ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ النبویۃ میں نہج البلاغہ پر تفصیل سے بات کرتے ہوئے لکھا ہے:

اکثر الخطب التی ینقلها صاحب نهج البلاغة کذب علیوعلی اجل واعلی قدراً من ان یتکلم ولکن هؤلاء وضعوا اکاذیب وظنوا انه مدح فلا هی صدق ولاهی مدح (منہاج السنہ ج ۲ ص ۱۸۹)

صاحب نہج البلاغہ نے جو خطبے نقل کئے ہیں اکثر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر جھوٹ ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات اس سے ارفع و اعلیٰ ہے کہ ایسی قسم کا کلام کرتے جو اس کتاب میں ہے۔ لیکن ان لوگوں نے جھوٹ کے طومار وضع کر ڈالے اور سمجھا کہ یہ ان (علی رضی اللہ عنہ) کی مدح ہے مگر نہ یہ باتیں سچی ہیں نہ مدح ہیں۔

اسی طرح علی بن الحسین الرضی المتکلم کے تحت علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال فی نقد الرجال میں لکھا ہے کہ جو شخص نہج البلاغۃ کا مطالعہ کرے گا اسے یقین ہوگا کہ علی رضی اللہ عنہ پر جھوٹ باندھا گیا ہے کیونکہ اس میں اشیاء رقیقہ اور تناقض ہے، حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جیسے سرداروں پر گھٹیا کلام، گالیاں، اور ایسی عبارتیں موجود ہیں کہ جسے قریش صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد کے متاخرین کی زبان اور افکار سے کچھ بھی واقفیت ہو، وہ اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ اس کا اکثر حصہ باطل ہے۔

(میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۲۲ مصری)

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میری اس حقیر محنت اور قلیل خدمت کو قبول فرما کر امت کیلئے سبب ہدایت بنائے۔ اور ہمارے متعلقین اور معاونین کیلئے ذریعہ مغفرت و رحمت بنائے۔ خدا کرے ہم سب کا خاتمہ بالخیر ہو اور ہماری بقیہ زندگی اخلاص کے ساتھ اعمال صالحہ کرنے اور دین کی خدمت میں تمام ہو۔

ربنا توفنا مسلمین والحقنا بالصالحین غیر خزایا ولا مفتونین واجعلنا من اولیا ئك الذین لا خوف علیهم ولا هم یحزنون

مرتب

علی احمد سندیلوی

صدر مدرس جامعہ حنفیہ حیات القرآن پاپڑ منڈی لاہور

۳ جمادی الثانیہ ۱۴۱۵ھ مطابق ۸ نومبر ۱۹۹۴ء

بروز منگل بعد از نماز عشاء پونے آٹھ بجے شام

مقام اخوان المؤمنین پاکستان، ۱۵۰ راوی روڈ نزد پیر مکی لاہور

فتویٰ

امام اہلسنت وامیر ملت' عارف باللہ قبلہ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پور سیداں رحمۃ اللہ علیہ

کے شہزادے جوہر ملت علامہ اختر حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دینے اور حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہنے والے امام کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

الجواب بعون الثواب' حامدا ومصلیا و مسلما۔

اہلسنت وجماعت کے مسلمات سے ہے کہ امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے افضل ہیں' علماء اہلسنت واکابرین نے تصریح فرمائی ہے کہ جو من علامات اھل السنۃ والجماعۃ تفضیل الشیخین کی فضیلت مذکورہ کا منکر ہے' وہ اہلسنت وجماعت سے خارج ہے۔ وہ اہلسنت و جماعت ہرگز نہیں ہوسکتا۔ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو ان سے افضل سمجھنے والا بد مذہب اور مبتدع ہے جیسا کہ بحرالرائق میں ہے' شامی میں ہے کہ مبتدع کے پیچھے ہر حال میں نماز مکروہ ہے۔ فتاوی رضویہ میں ہے "الصلوٰۃ خلفھم تکرہ کراھۃ شدیدۃ" تفضیلیوں کے پیچھے نماز پڑھنی سخت مکروہ ہے' ایسے شخص کو نماز میں امام بنانا گناہ ہے' اس کو معزول کردیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ کرام ہدایت کے روشن مینار اور چمکتے ہوئے ستارے ہیں۔ تمام ہی بتدریج افضلیت کے مالک ہیں اور ان تمام کو رضائے الٰہی حاصل ہے۔ کسی کی شان میں گستاخی اور طعن و تشنیع اپنے ایمان کو ضائع کرنا ہے۔

نسیم الریاض میں ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو برا کہے اور کہے کہ وہ گمراہ تھے تو

قتل کیا جائے۔ بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جو فاسق کہے وہ خود بہت بڑا فاسق ہے' بد مذہب ہے۔ بد دین ہے ایسا شخص اہل سنت و جماعت کے زمرے سے خارج ہے' اس کا اہلسنت و جماعت کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اس کا امام بنانا ناجائز ہے' اسکے پیچھے اہلسنت و جماعت کی اقتداء قطعاً جائز نہیں۔ اس کے پیچھے نماز بالکل نہیں ہوتی۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم بالصواب۔

حررہ غلام رسول مفتی و مدرس
مدرسہ نقشبندیہ جماعتیہ علی پور شریف
ضلع سیالکوٹ ۲۴ دسمبر ۱۹۷۱ء

جواب ہمارے دین و فقہ کے عین مطابق ہے۔

اختر حسین جماعتی علی پور عفی عنہ

(فضیلت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ص ۱۷۹ تا ۱۸۱، از مفتی غلام سرور قادری)

(ناشر مکتبہ فریدیہ ساہیوال)

محقق اسلام فاضل علامہ مولانا مفتی غلام رسول خلیفہ' مجاز حضرت امیر ملت محدث علی پور رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ۔

(۱) جمیع اہلسنت و جماعت کا اجماع و عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ میں انبیاء و رسل کے بعد تمام بنی آدم سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں پھر حضرت عمر' پھر حضرت عثمان' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم، ان کے بعد عشرہ مبشرہ' پھر اہل بدر' پھر اہل احد' پھر وہ صحابہ جنہوں نے صلح حدیبیہ میں آنحضرت کے دست حق پرست پر اسلام کیلئے اپنی جانوں کو اللہ و رسول کی اطاعت میں ثابت قدم رہنے کی بیعت کی تھی جسے بیعت رضوان کا نام دیا گیا ہے جیسا کہ شرح فقہ اکبر شرح عقائد اور شاہ فضل رسول قادری بدایونی نے المعتقد میں' پھر اس کے حاشیہ میں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے اس اجماع کا منکر و مخالف بدعتی اور اہلسنت سے خارج ہے' اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ (ملخصاً)

(۲) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذی قدر صحابی ہیں' ان کی شان میں نازیبا

کہنے والا اپنے ایمان کو تباہ کرتا ہے۔ اور ملعون ہے اگرچہ ان سے خطاء اجتہادی ہوئی تاہم وہ ایک ثواب کے مستحق ہیں اور ان کو برا کہنے والا اہلسنت سے خارج ہے' اس کی امامت بھی ناجائز ہے۔ فقط

احقر العباد غلام رسول گوہر

مدیر انوار الصوفیہ قصور ۷/۵۔۲۵

الجواب صحیح والمجیب نجیح

فقیر محمد عبدالعزیز نقشبندی کوٹ غلام احمد خاں' قصور

مجھے خدا کی قسم! جواب حق ہے۔

قاری حفیظ الرحمٰن

جو میرے استاذ نے فرمایا: بلاشک صحیح ہے۔

احقر العباد سید طالب حسین شاہ قصور

❁❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین پر فضیلت دینے والے کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے یا نہیں اور اسے امام بنانا درست ہے یا نہیں؟

(۲) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہنے اور گالیاں دینے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اور اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

بینوا وتوجروا"

طالب جواب

حافظ محمد اسحاق

تحصیل و ضلع وہاڑی ڈاکخانہ خاص وہاڑی چک نمبر 51W13"

الجواب الموافق للصواب:

(۱) بعد از انبیاء و مرسلین تمام مخلوقات الٰہی انس و جن و ملک سے افضل سیدنا صدیق اکبر، پھر سیدنا فاروق اعظم، پھر سیدنا عثمان ذوالنورین، پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہیں تو جو شخص حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حضرت سیدنا صدیق اکبر اور حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتا ہے، وہ تفضیلی شیعہ ہے۔ ضال مضل گمراہ اور گمراہی پھیلانے والا ہے، ہرگز اہلسنت سے نہیں۔ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ ہے۔

فتاوی خلاصہ، فتاوی عالمگیری، بحرالرائق وغیرہ کتب کثیرہ میں ہے "ان فضل علیھما فمبتدع" حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین پر فضیلت دینے والا بدعتی ہے۔ اور غنیتہ و ردالمختار وغیرہ میں ہے "الصلوٰۃ خلف المبتدع تکرہ بکل حال" بدعتی کے پیچھے نماز ہر حالت میں مکروہ (تحریمی) ہے۔ اور فتاوی رضویہ میں ہے، بد مذہب کے پیچھے نماز مکروہ (تحریمی) ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کو امام بنانا ہرگز جائز نہیں۔

(۲) بعض لوگ بظاہر اپنے آپ کو سنی حنفی کہتے ہیں۔ لیکن وہ حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو فاسق و فاجر کہتے ہیں نعوذ باللہ من ذالک یہ طائفہ پہلے تو اہل بیت کی محبت اور بزرگان دین کی مودت ظاہر کرتا ہے جب تمام لوگ اس کے دام پر فریب میں پھنس جاتے ہیں۔ تب اس عقیدہ باطلہ کا زہر لوگوں میں پھیلا کر قصر ایمان کو تباہ و برباد کرتا ہے۔ العیاذ باللہ! جو شخص حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو فاسق کہتا اور گالیاں دیتا ہے اور ان کو مطعون کرتا ہے۔ وہ خود فاسق ہے، اس کو امام بنانا گناہ ہے، اس کے پیچھے نماز قریب حرام اور واجب الاعادہ ہے۔ وہ اہلسنت سے نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے "اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم" میرے سارے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، تم ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے، راہ یاب ہو جاؤ گے۔

اور ارشاد فرمایا:

> اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اذاھم فقد اذی اللہ ومن اذی

اللّٰہ فیوشك ان یأ خذہ

میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو' میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنانا جو ان کو دوست رکھتا ہے۔ وہ میری محبت سے ان کو دوست رکھتا ہے اور جو ان سے دشمنی رکھتا ہے وہ میری دشمنی سے ہی ان سے دشمنی رکھتا ہے' اور جو ان کو ایذا دیتا ہے وہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو ایذا دیتا ہے۔ اور جو اللہ کو ایذا دیتا ہے' عنقریب اللہ اسے پکڑے گا۔

اور فرمایا:

اذ رائیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنة الله علی شرکم

(ترمذی)

جب تم دیکھو کہ جو میرے اصحاب کو گالیاں دیتا ہے تو کہو تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔

سب صحابہ کو (گالی دینا) حرام ہے جیسا کہ حضور اقدس ﷺ کے فرمان سے ہی ظاہر ہے اور علامہ نووی تحریر فرماتے ہیں:

واعلم ان سب الصحابة حرام فواحش المحرمات سواء منملابس الفتن منهم وغیرہ لا نهم مجتهدون فی تلك الحرب و متاولون وقال القاضی وسب احدهم من المعاصی الکبائر

اور جان لے کہ صحابہ کو گالی دینا حرام فواحش محرمات سے ہے' چاہے وہ صحابہ ہوں جو فتنہ میں ملابس ہوئے۔ (جیسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ) کیونکہ وہ باہمی مجتہد اور متاول ہیں۔ اور قاضی نے فرمایا: کسی صحابی کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے۔

اچھا اگر کوئی بدطینت' بدبخت ایسا ہو جو نعوذ باللہ صحابہ کو گالیاں دے۔ تو اس کا کیا حکم ہے آگے فرماتے ہیں:

مذهبنا و مذهب جمهور انه یعزر ولا یقتل وقال بعض المالکیه یقتل

(نووی ص ۳۱۰)

اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اس کو تعزیر دی جائے گی۔ اور قتل نہ کیا جائیگا اور بعض

مالکیہ نے فرمایا: کہ قتل کیا جائے گا۔

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھیوں کو اپنا مسلمان بھائی قرار دیا' چنانچہ انہوں نے اپنے ایک گشتی مکتوب میں تحریر فرما کر مختلف بلاد وامصار میں ارسال کیا' جو نہج البلاغۃ مطبوعہ طہران ص ۵۰۲ میں ہے۔

آپ نے فرمایا:

ومن کتاب له علیہ السلام کتبه الی اهل الامصار القوم یقص فیه ما جری بینه وبین اهل صفین و کان بدء امرنا انا التقینا القوم من اهل الشام والظاهر ان ربنا واحد ونبینا واحد ودعوتنا فی الا سلام واحدة ولا نستزیدهم فی الایمان بالله والتصدیق برسوله ولایستزید وننا الامر الا ما اختلفنا فیه من دم عثمان ونحن منه برآء

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مکتوب مختلف بلاد وامصار میں بھیجا' اس میں جنگ صفین کا واقعہ درج تھا کہ ہمارے معاملہ کی ابتدا یوں ہے کہ ہماری اور اہل شام کی آپس میں جنگ چھڑ گئی اور یہ ظاہر ہے کہ ہم دونوں فریق کا ایک خدا اور ایک رسول ہے اور ہمارا اسلام میں بھی دعویٰ ایک رہا ہے۔ ہم ان سے دربارۂ اعتقادات توحید و رسالت کچھ زیادتی نہیں چاہتے اور نہ اس بارہ میں وہ ہم سے کچھ زیادتی کے طالب ہیں' بات ایک ہی ہے۔ اختلاف صرف عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق تھا' حالانکہ ہم اس الزام سے بری ہیں۔''

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ مکتوب اس تنازعہ کے متعلق صریح فیصلہ ہے' آپ نے اس میں بالتصریح تحریر فرمایا کہ ہمارا اور اہل شام (حضرت معاویہ اوران کے گروہ) کا اسلام اور ایمان کے بارے میں کوئی اختلاف اور جھگڑا نہیں ہے۔ ہم ان کو توحید و رسالت میں کامل الایمان سمجھتے ہیں اور وہ ہم کو بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ ہمارا اور ان کا صرف یہ اختلاف تھا کہ انہوں نے اپنے خیال میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا ذمہ دار ہمیں قرار دیا' حالانکہ ہم اس الزام سے بالکل بری الذمہ ہیں۔

اور شیعوں کی کتاب قرب الاسناد میں ہے:

عن جعفر عن ابیه ان علیا علیہ السلام کان یقول لا هل حربه انا لم نقاتلهم عن

التکفیر ولم نقاتلھم علی النکیر لنا ولکنا راینا انا علیٰ حقٍ وراوا انھم علی حقٍ۔ (قرب الاسناد ص ۴۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد بزرگوار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے ساتھ لڑنے والوں کا اس انداز سے ذکر کرتے تھے کہ ہم نے ان سے اس وجہ سے لڑائی نہیں کی کہ وہ ہمیں کافر کہتے تھے' اور نہ ہی ہم انہیں کافر قرار دے کر لڑے۔ بلکہ ہوا یوں کہ انہوں نے خود کو حق پر جانا اور ہم نے اپنے آپ کو حق پر سمجھا۔ دونوں فریق حق کی خاطر اور حق پر ہوتے ہوئے ٹکرا گئے' کفر واسلام کی جنگ نہ تھی۔

تفسیر قرطبی میں ہے:

قال الحارث الاعور سئل عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وھم القدوة عن قتال اھلِ البغی من اھل الجمل وصفین مشرکون ھم قال لا من الشرک فروا فقیل امنافقون؟ قال لا لان المنافقین لا یذکرون اللہ الا قلیلا قیل لہ فما حالھم قال اخواننا بغوا علینا۔ (قرطبی ج ۶ ص ۳۲۴ الحجرات: انما المومنون اخوة)

حارث اعور کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے جنگ جمل اور جنگ صفین کے شرکاء کے بارے میں پوچھا گیا جنہوں نے ان کے خلاف بغاوت کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ انکے مقابل لشکروں کے کرتا دھرتا تھے۔ کیا وہ مشرک ہیں؟ فرمایا: نہیں وہ تو شرک سے دور نکل بھاگے ہیں (کیونکہ وہ حلقۂ بگوش اسلام ہوچکے ہیں) پھر پوچھا گیا اچھا تو وہ منافق ہوں گے۔ فرمایا ہرگز نہیں' کیونکہ منافقین تو اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں اور دونوں جنگوں کے شرکاء کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں) پھر پوچھا گیا' پھر انکی کیا حالت ہے؟ فرمایا: ہمارے ہی بھائی ہیں۔ جنہوں نے ہماری اطاعت نہیں کی۔

مجمع الزوائد میں ہے:

وقال علی رضی اللہ عنہٗ قتلای وقتلی معاویة فی الجنة رواہ الطبرانی ورجالہ وثقوا (مجمع الزوائد مع الفوائد ج ۵ ج ۹ ص ۳۵۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ میرے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان لڑائی میں قتال کرنے والے اور شہید ہونے والے تمام جنتی ہیں۔ اس روایت کو امام طبرانی نے ذکر کیا اور اس کے تمام راویوں کو ثقہ کہا گیا۔

حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن اور برا کہنے والوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ ناراض ہوئے فرمایا:

وقد سمع قوماً من اصحابه يسبون اهل الشام ايام حربهم بصفين انی اكره لكم ان تكونوا سبابين ولكنكم لو وصفتم اعمالهم وذكرتم حالهم كان اصوب فی القول وابلغ فی العذر وقلتم مكان سبكم اياهم۔

اللهم احقن دماء نا ودماء هم واصلح ذات بيننا وبينهم واهدهم من ضلالتهم حتى يعرف الحق جهله ويرعوی عن الغی والعدو ان من لهج به"

(نہج البلاغہ خطبہ ۲۰۶ ص ۳۲۳ مطبوعہ بیروت)

جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے چند آدمیوں سے شامیوں کے بارے میں گالی سنی تو فرمایا: میں تمہیں گالی دینے والا سن کر بہت خفا ہوتا ہوں۔ کیا بہتر ہوتا کہ تم گالی کی بجائے ان کے اچھے کام اور انکی خوبی کی حالت بیان کرتے اور تم گالی کی جگہ انکے لئے یہ کلمات کہتے۔

اے اللہ! ہمارے اور ان کے خون کو گرنے سے بچا اور ہمارے درمیان صلح وصفائی پیدا فرمادے اور انہیں گمراہی سے ہدایت عطا فرما' یہاں تک کہ حق کو اس سے ناواقف جان لے۔ اور جھگڑالو شخص جھگڑے اور باہمی نزاع سے باز رہے۔

امالی طوسی شیعہ میں ہے۔ شیخ ابو جعفر طوسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصایا کو جمع کیا جو آپ نے اپنے دوستوں کے لئے لکھیں' ان میں ایک یہ تھی:

واوصيكم بالصلوٰة والزكوة والجهاد ......واوصيكم باصحاب نبيكم لا تسبوهم (الامالی شیخ طوسی ص ۳۶ ج دوم مطبوعہ نجف اشرف الجزء الثامن عشر)

میں تمہیں نماز پڑھنے' زکوۃ ادا کرنے اور جہاد کرنے کا حکم دیتا ہوں اور میں تمہیں اصحاب نبی کے بارے میں حکم دیتا ہوں کہ ان کو گالی نہ دو۔

حضور علیہ السلام نے بھی ان دونوں گروہوں کو مسلمان فرمایا:

عن ابی بکرۃ قال بینما النبی ﷺ یخطب اذ صعد الیه الحسن فضمه الیه وقال ان ابنی هذا سید وان الله لعله ان یصلح به بین فئتین من المسلمین عظمتین۔ (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ ج اول ص ۵۴۶ مطبوعہ تبریز تذکرہ امام حسن رضی اللہ عنہ)

ابی بکرہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے خطبہ ارشاد فرمانے کے دوران یکا یک حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھ گئے تو آپ نے انہیں سینے سے لگایا اور فرمایا: میرا یہ بیٹا سید ہے اور اللہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔

حضرات حسنین کریمین نے حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور تادم آخر اس پر قائم رہے چنانچہ شیعوں کی کتاب رجال کشی میں مذکور ہے:

قیس بن سعد بن عبادۃ جبرئیل بن احمد وابو اسحق حمدونۃ وابراهیم ابن نفیر قالوا حدثنا محمد بن عبدالحمید العطار الکوفی عن یونس بن یعقوب عن فضل غلام محمد بن راشد قال سمعت ابا عبدالله علیه السلام یقول ان معاویة کتب الی الحسنؓ بن علی صلوات الله علیهما ان اقدم انت والحسین واصحاب علی فخرج معهم قیس بن سعد بن عبادۃ الانصاری وقدموا الشام فاذن لهم معاویة و اعد لهم الخطباء وقال یا حسن قم فبایع فقام فبایع ثم قال للحسین علیه السلام قم فبایع فقام فبایع ثم قال یاقیس قم فبایع فالتفت الی الحسین علیه السلام ینظر ما یأمره فقال یاقیس انه امامی یعنی الحسن علیه السلام۔ (رجال کشی ص ۱۰۲ مطبوعہ کربلا ذکر قیس بن سعد)

راوی کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی طرف رقعہ لکھا جس میں تحریر تھا کہ آپ حضرت امام حسین اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے ساتھیوں کو لے کر میرے ہاں تشریف لاؤ امام حسن جب انہیں لے کر نکلے تو ان کے ساتھ قیس بن سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے شام پہنچے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اندر آنے

کی اجازت دی اور ان کیلئے خطیب مقرر کئے پھر کہا' اے حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اٹھئے اور بیعت کیجئے وہ اٹھے اور بیعت کی' پھر امام حسین رضی اللہ عنہ کو کہا' آپ اٹھئے اور بیعت کیجئے' وہ اٹھے اور بیعت کی' پھر قیس رضی اللہ عنہ کو کہا' آپ بھی اٹھو اور بیعت کرلو تو اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا کہ آپ اس بارے میں یعنی کیا اشارہ فرماتے ہیں تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: قیس! امام حسن رضی اللہ عنہ میرے امام ہیں' ان کی بیعت کر لینے کے بعد ہمیں تردد نہیں ہونا چاہیے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کو دنیا ومافیھا سے افضل جانا۔ شیعوں کی کتاب احتجاج طبرسی میں ہے:

عن حنان بن سدیرٍ عن ابی سدیرٍ عن ابیه عن ابی سعید عقیصی قال لما صالح الحسن بن علی بن ابی طالب معاویة بن أبی سفیان دخل علیه الناس فلامه بعضهم علیبیعته فقال علیه السلام ویحکم ما تدرون ما عملت والله للذی عملت لشیعتی خیر مما طلعت علیه الشمس او غربت الا تعلمون انی امامکم و مفترض الا طاعة علیکم واحد سیدی شباب اهل الجنة بنصٍ من رسول الله علیّ؟

(احتجاج طبرسی ج دوم ص ۹ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید۔ طبع قدیم ص ۱۵۷ احتجاج الحسن علی من انکر علیہ)

جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی تو کچھ لوگوں نے آکر انکے بیعت کر لینے پر ان کی ملامت کی تو' ان کے جواب میں امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہاری بربادی ہو' تم نہیں جانتے میں نے جو کچھ کیا اللہ کی قسم! دنیا ومافیھا سے میرے شیعوں کے لئے بہتر ہے۔ کیا تم جانتے نہیں ہو کہ میں تمہارا امام ہوں اور تم پر میری اطاعت لازم کردی گئی ہے اور میں جنت کے دو سرداروں میں ایک ہوں' جن کی سیادت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور نص بیان فرمایا''

اس صلح پر مسلمانوں نے جگہ جگہ خوشی منائی اور مسلمانوں میں عرصہ کی بے امنی کے بعد یک جہتی پیدا ہوگئی۔ باہمی خونریزی سے مسلمانوں کو نجات ملی اور امن قائم ہوگیا۔

ملا باقر مجلسی شیعی نے امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

والذی صنعه الحسن بن علیٍ کان خیراً لهذه الامة

(بحار الانوار ج ۱۰ص۱۶۴ بروایت کلینی جلاء العیون ص ۳۲۵)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کہا وہ اس امت کیلئے ہر اس شے سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوا۔

عام کتب سیر و تاریخ میں مذکور ہے کہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے وظائف بھی لیتے رہے' یہ بھی اس بات پر دلیل ہے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ظالم و جابر حاکم نہیں تھے۔ بلکہ حلیم' بردبار' خلیفہ راشد تھے۔ جیسا کہ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت راشدہ کس کس کی خلافت کی تھی؟ کے جواب میں فرمایا: ابوبکر صدیق' عمر فاروق' عثمان غنی' مولا علی' امیر معاویہ' عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم کی خلافت راشدہ تھی اور اب سیدنا امام مہدی رضی اللہ عنہ کی خلافت خلافت راشدہ ہوگی۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت مرتب مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ناشر کامیاب دار التبلیغ' اردو بازار لاہور)

بعض لوگ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بغض و عناد کی وجہ سے امام حسن رضی اللہ عنہ پر رشوت لے لینے کا الزام بھی دیتے ہیں۔ (معاذ اللہ) ان لوگوں میں بعض سادات بھی داخل ہیں اور اپنا کردار ان کا یہ ہے زکوۃ کا مال بھی کھانے سے دریغ نہیں کرتے اور مسجد و مدرسہ کا فنڈ ہڑپ کر جاتے ہیں' مسلمانوں کو ایسے گمراہوں سے ہوشیار رہنا چاہیے۔

(۱) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات شریف میں اچھی بحث کی ہے' اس سے پہلے تمہیداً یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ مجتہد سے صواب و خطا دونوں صادر ہوتے ہیں' خطا دو قسم کی ہے' خطاء عنادی' یہ مجتہد کی شان نہیں

(۲) اور خطاء اجتہادی یہ مجتہد سے ہوتی ہے اور اس میں اس پر عنداللہ اصلاً مواخذہ نہیں مگر احکام دنیا میں وہ دو قسم ہے' خطاء مقرر کہ اس کے صاحب پر انکار نہ ہوگا' یہ وہ خطاء اجتہادی ہے جس سے دین میں کوئی فتنہ نہ پیدا ہوتا ہو۔ جیسے ہمارے نزدیک مقتدی کا امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا' دوسری خطاء منکر' یہ خطاء اجتہادی ہے جن کے صاحب پر انکار کیا جائیگا کہ اس کی خطاء باعث فتنہ ہے۔ اس تمہید کے بعد امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب مبارک سے اقتباس سنئے' یاد رکھنا چاہیے "کہ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے اصحاب رضی اللہ عنہم سب کے سب بزرگ ہیں اور سب کو بزرگی سے یاد کرنا چاہیے"۔

خطیب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان الله اختارنی منهم اصهارا و انصارا فمن حفظنی فيهم حفظه الله ومن اذانی فيهم اذاه الله تعالٰی۔

اللہ تعالٰی نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لئے اصحاب کو پسند کیا اور ان میں سے بعض کو میرے لئے رشتہ دار سسرالی اور مددگار بنایا' پس جس شخص نے ان کے حق میں مجھے محفوظ رکھا' اللہ تعالٰی اسے محفوظ رکھے گا اور جس نے انکے حق میں مجھے ایذا دی اس کو اللہ تعالٰی نے ایذا دی۔

طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من سب اصحابی فعليه لعنة الله و الملئكة والناس اجمعين

جس نے میرے اصحاب کو گالی دی اس پر اللہ تعالٰی اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت ہے۔

ابن عدی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ:

ان اشر ار امتی اجرء هم علی اصحابی۔

میری امت میں سے بدترین وہ لوگ ہیں جو میرے اصحاب پر دلیر ہیں۔

اور ان لڑائی جھگڑوں کو جو ان (صحابۂ کرام) کے درمیان واقع ہونے میں نیک محمل پر محمول کرنا چاہیے اور ہوا و تعصب سے دور سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ وہ مخالفتیں تاویل و اجتہاد پر مبنی تھیں نہ ہواؤ ہوس پر' یہی اہلسنت کا مذہب ہے۔

لیکن یہ جاننا چاہیے کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے ساتھ لڑائی کرنے والے خطا پر تھے۔ اور حق حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی طرف تھا۔ لیکن چونکہ یہ خطاء خطائے اجتہادی کی طرح تھی۔ اس لئے ملامت سے دور ہے اور اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے جیسے کہ شارح' مواقف آمدی سے نقل کرتا ہے کہ جمل و صفین کے واقعات اجتہاد سے ہوئے ہیں۔

اور شیخ ابو شکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ نے تمہید میں تصریح کی ہے' اہل سنت و جماعت اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور امیر رضی اللہ عنہ کے درمیان جھگڑے از روئے اجتہاد رکھے ہوئے ہیں اور اس قول کو اہلسنت کے معتقدات سے فرمایا ہے۔

اورشارح مواقف نے جو یہ کہا ہے کہ ہمارے بہت سے اصحاب اس بات پر متفق ہیں کہ وہ منازعات ازروئے اجتہاد کے نہیں ہوئے۔ معلوم نہیں اصحاب سے اس کی مراد کونسا گروہ ہے؟ جبکہ وہ اہل سنت کے برخلاف حکم دیتے ہیں جیسے کہ گذر چکا اور قوم کی کتب خطائے اجتہادی سے بھری پڑی ہیں جیسے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ پس امیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والوں کے حق میں فسق وضلال کا گمان جائز نہیں ہے۔

قاضی عیاض نے شفاء میں بیان کیا ہے:

قال مالک رضی اللہ عنہ من شتم احداً من اصحاب النبی صلی الله علیه واله وسلم ابابکر و عمر عثمان وعمرو بن العاص فان قال کانوا علی ضلالٍ و کفر او ان شتم بغیر هذا من مشاتمة الناس نکل نکالا شدیداً فلا یکونِ محار بو علیٍ کفرة کما زعمت الغلاة من الرفضة فلا فسقة کما زعم البعض ونسبه شارح المواقف الی کثیرٍ من اصحابه کیف وقد کانت الصدیقة وطلحة والزبیر و کثیرٌ من اصحاب الکرامِ منهم وقد قتل طلحة والزبیر فی قتال الجمل قبل خروج معاویة مع ثلثة عشر الفاً من القتلی فتضلیلهم و تفسیقهم مما لایجرء علیه المسلم الا ان یکون فی قلبه مرض وفی باطنه خبث۔

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کو یعنی ابوبکر وعمر وعثمان وعمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کو گالی دی اور کہا کہ وہ کفر اور گمراہی پر تھے' یا اس کے سوا اور کوئی گالی نکالی جس طرح لوگ ایک دوسرے کو گالی دیتے ہیں' تو وہ سخت عذاب کا مستحق ہو' کیونکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کیساتھ لڑائی کرنے والے کفر پر نہ تھے۔ جیسے کہ بعض کا خیال ہے اور بہت سے اصحاب کی طرف ان کو منسوب کیا ہے۔ یہ کس طرح ہوسکتا ہے جبکہ حضرت صدیقہ اور حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم جمل کی لڑائی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خروج سے پہلے تیرہ ہزار مقتولوں کے ساتھ قتل ہوئے' پس ان کو ضلالت اور فسق کی طرف منسوب کرنے پر سوائے اس شخص کے جس کے دل میں مرض اور اسکے باطن میں

خبث ہو۔کوئی مسلمان دیر نہیں کرتا۔

یہ جو بعض فقہاء کی عبارتوں میں جور کا لفظ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں واقع ہوا ہے اور کہا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ جور کرنے والے امام تھے۔تو اس جور سے مراد یہ ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں وہ خلافت کے حقدار نہ تھے' نہ کہ وہ جور جس کا انجام فسق و ضلالت ہے' تاکہ اہلسنت کے اقوال کے موافق ہو۔

نیز استقامت والے لوگ ایسے الفاظ بولنے سے جن سے مقصد کے برخلاف وہم پیدا ہو پرہیز کرتے ہیں اور خطاء سے زیادہ کہنا پسند نہیں کرتے۔اور وہ کس طرح جائز ہو سکتے ہیں۔جبکہ صحیح و تحقیق ہو چکا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق اور مسلمانوں کے حقوق میں امام عادل تھے۔جیسے کہ صواعق میں ہے اور حضرت مولانا جامی نے جو خطائے منکر کہا ہے' انہوں نے زیادتی کی ہے۔خطا پر جو کچھ زیادہ کریں خطا ہے اور جو کچھ اس کے بعد کہا ہے کہ وہ اگر لعنت کا مستحق ہے الخ یہ بھی نامناسب کہا ہے۔اس کی تردید کی کیا حاجت ہے؟ اور اس میں کونسا محل اشتباہ ہے' اگر یہ یزید کے حق میں کہتے تو بے شک جائز تھا۔لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں کہنا برا ہے اور احادیث نبوی میں معتبر اور ثقات کی اسناد سے مروی ہے کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ دعا کی ہے۔

اللهم علمه الكتاب والحساب وقه العذاب

اے اللہ! تو اسکو کتاب و حساب سکھا اور عذاب سے بچا۔

اور دوسری جگہ دعا میں فرمایا:

اللهم اجعله هادياً ومهدياً

اے اللہ! اسکو ہادی اور مہدی بنا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہے۔

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات (یعنی خطائے منکر والی) مولانا (جامی) سے سہو ونسیان کے طور پر سرزد ہوئی ہوگی اور نیز مولانا (جامی) نے انہی ابیات میں نام کی تصریح نہ کرکے کہا ہے کہ وہ صحابی اور ہے (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نہیں) اور یہ عبارت بھی ناخوشی کی خبر دیتی ہے۔

ربنا لاتؤاخذنا ان نسينا او اخطانا

اے اللہ! ہم کو بھوک چوک پر مواخذہ نہ کر۔

اور وہ جو بعض نے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت معاویۃ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں نقل کیا ہے اور اس کی برائی کو تفسیق سے برتر بیان کیا ہے۔ اس نقل کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور اگر بالفرض اس بات کو صحیح بھی مان لیا جائے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جو ان کے شاگردوں میں سے ہیں، اس نقل کے زیادہ مستحق تھے۔ اور امام مالک نے جو تابعین میں سے ہیں، اور اس کے ہمعصر اور علمائے مدینہ میں سے زیادہ عالم ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے گالی دینے والے کو قتل کا حکم دیا ہے، جیسے کہ اوپر گذر چکا ہے، اگر وہ گالی کا مستحق ہوتا تو اس کے گالی دینے والے کو قتل کا حکم کیوں دیتے؟ تو معلوم ہوا کہ ان کو گالی نکالنا گناہ کبیرہ جان کر اس کے (گالی نکالنے والے کو) قتل کا حکم دیا ہے اور نیز اس کو گالی دینا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کو گالی دینے کی طرح کہا ہے، جیسے کہ اوپر گذر چکا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ برائی کے مستحق نہیں ہیں۔

اے بھائی! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تنہا اس معاملہ میں نہیں، بلکہ کم و بیش آدھے اصحاب کرام ان کے ساتھ اس معاملہ میں شریک ہیں۔ پس اگر حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والے کافر یا فاسق ہوں تو نصف دین سے اعتماد اٹھ جاتا ہے جو ان کی تبلیغ کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے، اس بات کو سوائے اس زندیق کے جس کا مقصود دین کی بربادی ہے، کوئی پسند نہیں کرسکتا۔

اے برادر! اس فتنہ کے برپا ہونے کا منشا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور ان کے قاتلوں سے قصاص طلب کرنا ہے، طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما جو اولا مدینے سے باہر نکلے تاخیر قصاص کے باعث نکلے اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس امر میں انکے ساتھ موافقت کی اور جنگ جمل جس میں تیرہ ہزار آدمی شہید ہوئے اور طلحہ و زبیر بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، شہید ہوئے، یہ سب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے باعث ہوا ہے۔ اسکے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام سے آ کر انکے ساتھ شریک ہو کر جنگ صفین کیا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ وہ جھگڑا امر خلافت پر نہیں ہوا اور شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس بات کو اہل سنت کے معتقدات سے کہا ہے اور شیخ ابوشکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ نے جو بزرگ علمائے حنفیہ میں سے ہیں، کہا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے درمیان جھگڑے خلافت کے بارے میں ہوئے ہیں۔ کیونکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا۔

اذ ملکت الناس فارفق بھم۔

جب تو لوگوں کا مالک بنے تو ان کیساتھ نرمی کر۔

شاید اس بات سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت کی خواہش پیدا ہوئی ہو لیکن وہ اس اجتہاد میں خطا پر تھے۔ اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ حق پر کیونکہ ان کی خلافت کا وقت حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بعد تھا۔ اور ان دونوں قولوں کے درمیان موافقت اس طرح ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس منازعت کا منشاء قصاص کی تاخیر ہو۔ اور پھر خلافت کی خواہش پیدا ہوگئی ہو۔ بہرحال! اجتہاد اپنے محل میں واقع ہوا ہے اگر خطا پر ہے تو ایک درجہ اور حق والے کیلئے دو درجے بلکہ دس درجے

اے برادر! اس امر میں بہتر طریق یہ ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے لڑائی جھگڑوں سے خاموش رہیں اور ان کے ذکر اذکار سے منہ موڑیں۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

ایاکم وما شجربین اصحابی

میرے اصحاب کے درمیان جو جھگڑے ہوئے ہیں ان سے اپنے آپ کو بچاؤ۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اذا ذکر اصحابی فامسکو۔

جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو زبان کو روکو۔ (طبرانی)

نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

الله الله فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا

میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور ان کو اپنے تیر کا نشانہ نہ بناؤ۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اور نیز عمر بن عبدالعزیز سے بھی منقول ہے کہ:

تلك دمآء طهر الله عنها ايدينا فلنطهر عنها السنتنا

یہ وہ خون ہیں جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک رکھا تو ہم اپنی زبانوں کو ان سے پاک رکھتے ہیں۔

اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ ان کی خطا کو بھی زبان پر نہ لانا چاہیے اور ان کے ذکر خیر کے سوا اور کچھ نہ بیان کرنا چاہیے' جاننا چاہیے کہ چونکہ اس زمانہ میں اکثر لوگوں نے امامت کی بحث

چھیڑ رکھی ہے اور اصحاب کرام علیہم الرضوان کی خلافت کی نسبت گفتگو مدنظر کی ہوئی ہے اور جاہل اہل تاریخ اور سرکش بدعتیوں کی تقلید پر اکثر اصحاب کرام کو نیکی سے یاد نہیں کرتے۔ اور کئی نامناسب امور ان کی جناب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس لئے جو کچھ معلوم تھا۔ تحریر میں لا کر دوستوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا ظهرت الفتن او قال البدع وسبت اصحابی فليظهر العالم علمه فمن لم يفعل ذالك فعليه لعنة الله والملئكة والناس اجمعين لايقبل الله عدلاً ولا فرضاً

جب فتنے اور بدعتیں ظاہر ہو جائیں اور میرے اصحاب کو گالیاں دی جائیں تو عالم کو چاہیے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے، پس جس نے ایسا نہ کیا اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ اسکا کوئی فرض و نفل قبول نہ کرے گا۔

پس چاہیے کہ اہل سنت و جماعت کے معتقدات پر اپنے اعتقاد کا مدار رکھیں۔ اور زید و عمر کی باتوں کو نہ سنیں، جھوٹے قصوں پر کام کا مدار رکھنا اپنے آپ کو ضائع کرنا ہے۔ فرقہ ناجیہ کی تقلید ضروری ہے تاکہ نجات کی امید پیدا ہو۔ "دونہ خرط القتاد" ورنہ بے فائدہ تکلیف ہے۔

(مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی: حصہ چہارم اول مکتوب نمبر ۲۵۱ ملخصاً)

اہلسنت کا یہ عقیدہ ہے کہ کتنا ہی بڑا غوث قطب کیوں نہ ہو، ایک ادنیٰ درجہ کے صحابی کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا، جیسا کہ بزرگان دین کے مقالات گرامی قدر سے ظاہر و باہر ہے۔

چنانچہ "از غوث الثقلین قدس سرہ، منقول است کہ اگر در رہ گزر حضرت امیر معاویہ بنشستم و گرد ہم اسپ بر من افتد باعث نجات من شناسم" (فتاویٰ امدادیہ ص ۱۲۳ ج ۴)

"حضرت غوث الثقلین (حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ) سے منقول ہے کہ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے رہگزر میں بیٹھوں اور آپ کے گھوڑے کے غبار میرے اوپر پڑیں تو میں اس کو باعث نجات خیال کروں گا۔"

امام ہمام عبداللہ بن مبارک سے سوال کیا گیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیز تو انہوں نے جواب دیا:

والله ان الغبار الذی دخل فی انف فرس معاویه مع رسول الله ﷺ افضل من عمر الف مرة (مفسق معاویہ من الفرقۃ الغاویہ ص ۲۸)

اللہ کی قسم! وہ غبار جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گھسا ہے، عمرو بن عبدالعزیز سے ہزار درجہ افضل ہے۔

اسی طرح بہت سے بزرگوں کے اقوال حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں منقول ہیں مگر منصف کیلئے دونوں بزرگوں کی شہادت کافی ہے۔

مقتل ابی مخنف شیعوں کی کتاب میں ہے کہ امام رضی اللہ عنہ شیعان علی رضی اللہ عنہ کے برانگیختہ کرنے پر بھی امام حسین نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں توڑی۔

حین صالح معاویة بن ابی سفیان وهو یؤمئذٍ بالکوفة فتقدم سلیمان الی الامام فقال یابن بنت رسول الله انا متعجبون من بیعتك لمعاویة و معك اربعون الف مقاتل من اهل الکوفة کلهم یأ خذون العطایا و مثلهم من ابنائهم سویٰ انصارك من اهل البصرة واهل الحبجان ولم تأخذ لنفسك ثقة فی العهد و حظاً فی العطیة

(المقتل ابن مخنف ص ۳۰۲ مطبوعہ مکتبہ حیدریہ نجف اشرف ۱۳۷۵ء درمقدمہ)

جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی، اس وقت امام حسین کوفہ میں تھے۔ تو سلیمان نامی ایک شخص حضرت امام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور کہنے لگا، اے بنت رسول کے فرزند! ہم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر آپ کی بیعت کر لینے سے بڑے حیران ہیں، چالیس ہزار کوفی جنگ جو آپکے ساتھ ہیں، سب کے سب آپکے وظیفہ خوار ہیں اور اتنی ہی تعداد میں ان کے بیٹے بھی آپکے ساتھ ہیں۔ یہ سارے ان حضرات کے علاوہ ہیں جو بصرہ اور حجاز میں آپکے جانثار ہیں تو اتنی قوت کے ہوتے ہوئے آپ نے نہ کوئی اپنی خاطر مضبوط عہد لیا اور نہ ہی اپنے جانثاروں وظیفہ خواروں سے کوئی صلہ حاصل کیا تو حضرت امام

حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔امیر معاویہ قوت میں مجھ سے زیادہ نہ تھے لیکن جو مجھے نظر آ رہا ہے۔تم اس سے اندھے ہو اور قسمیہ کہتا ہوں کہ تمہارے خون کی حفاظت کے سوا میرا کوئی ارادہ نہ تھا اور تمہارے معاملات کی اصلاح ہی میرے پیش نظر تھی تو تم اللہ کی قضا پر راضی ہو جاؤ اور اپنا معاملہ اسکے سپرد کر دو اور اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھو۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ ہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت ہرگز نہیں توڑیں گے اخبار الطوال میں ہے:

قال فخرج من عنده ودخل على الحسين رضی اللہ عنہ مع عبيدة بن عمرو فقالا ابا عبدالله اشتريتم الذل بالعز قبلتم القليل وتركتم الكثير اطعت اليوم واعصنا الدهر دع الحسن ومارای من هذا الصلح واجمع اليك شيعتك من اهل الكوفة وغير ها وولنى صاحبى هذه المقدمة فلا يشعر ابن هند الا ونحن فقارعة فلا يشعر ابن هند الا ونحن نقارعه بالسيوف فقال الحسين ان قد بايعنا وعاهدنا ولا سبيل الى نقض بيعتنا

(الاخبار الطوال طبع بیروت ص ۲۲۰ تذکرہ زیاد بن ابیہ)

حضرت حجر بن عدی امام حسن رضی اللہ عنہ کو سخت ملامت کرنے کے بعد باہر نکلا اور عبیدہ بن عمرو کے ساتھ امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا دونوں نے کہا' اے ابو عبداللہ! عزت دے کر تم نے ذلت خریدی' تھوڑا لیا اور کثیر کھو دیا' آج ہماری سن لیجئے' پھر ساری زندگی ہماری نہ ماننا' امام حسن رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دو۔ اور انکی طے پائی صلح توڑ دو' کوفہ وغیرہ کے اپنے تمام شیعوں کو جمع کیجئے اور اس مقدمہ کا مجھے اور میرے اس ساتھی کو ولی مقرر فرما دیجئے' ابن ہند (امیر معاویہ) کو اسکا اس وقت علم ہوگا جب ہم انکے دروازوں کو تلواروں سے کھٹکھٹا رہے ہوں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ بے شک ہم بیعت کر چکے ہیں' لہٰذا ہمارے لئے اس بیعت کو توڑنے کا کوئی راستہ نہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق مورخ دینوری شیعہ نے الاخبار الطوال'' میں نقل کیا ہے

کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کیساتھ مصالحت پختہ ہوئی تو امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ کے کچھ شیعہ آئے' جب اس بات کا علم مدینہ کے حاکم مروان بن حکم کو ہوا تو انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھا کہ آپ مجھے اس معاملہ میں کوئی کاروائی کرنے کا حکم دیں' اسکے جواب میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فکتب الیه معاویة لاتعرضللحسین فی شئٍ فقد بایعنا ولیس بنا قضٍ بیعتنا ولا مُخفر ذمتنا و کتب الی الحسین' امابعد!

فقد انتهت الی الامور عنك لست بها حربا لان من اعطی صفقة یمینه جدیر بالو فآء فاعلم رحمك الله انی متی انکر ومتی تکدنی اکدك فلا یستغفرنك السفهآء الذین یحبون الفتنة والسلام فکتب الیه الحسین رضی اللہ عنہ ما ارید حربك ولا الخلاف علیك قالوا ولم یر الحسن ولا الحسین طول حیاة معاویة منه سوء ا فی انفسهما ولا مکروها عنهما شیئاً مما کان شرط لهما ولا تغیر لهما من بر" (الاخبار الطوال ص ۲۲۵)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروانکو (جواب میں) لکھا کہ حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسی طرح بھی تعرض نہ کرنا۔ وہ ہماری بیعت کر چکے ہیں اور اسکو توڑنے والے نہیں اور نہ ہی عہد شکنی کریں گے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یوں خط لکھا۔ اما بعد! آپ کی طرف سے کچھ باتیں مجھے پہنچیں۔ جو آپ کی شایان شان نہیں کیونکہ جو شخص دائیں ہاتھ سے بیعت کرلیتا ہے' وہ بے وفائی نہیں کرتا' جان لیجئے! جب تک میں آپ کو اچھا نہ سمجھوں گا آپ بھی مجھے اچھا نہ سمجھیں گے اور جب آپ بے وفائی کریں گے تو مجھ سے وفا کی امید نہ ہوگی' لہٰذا گذارش ہے کہ فتنہ پرداز لوگ اور بے وقوف آدمی آپ کو بے آرام کرنے کے درپے ہیں' والسلام

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس خط کے جواب میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا میں نہ تو آپ سے لڑائی کا خواہشمند ہوں۔ اور نہ ہی مخالفت کا' مؤرخین کا قول ہے کہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے پوری زندگی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی ناپسندیدہ اور بری بات نہ دیکھی نہ سنی اور نہ ہی

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان شرائط سے روگردانی کی جو انکے درمیان بوقت صلح طے ہوئیں تھیں' اور نہ ہی کسی نیکی میں کمی کی''

یہ جو مشہور ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی اور حسنین کریمین کو خطبوں میں گالیاں دینے کا رواج کیا' غلط اور بہتان عظیم ہے' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل سنا کرتے تھے۔

جیسے کہ حلیۃ الابرار میں ہے۔

''ضرار ابن ضمرہ نہشلی' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' آپ نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان کرو۔ ضرار کہنے لگا اس مسئلہ میں مجھے معاف کیجئے' آپ نے فرمایا: نہیں کچھ نہ کچھ ضرور بیان کرو' تو ضرار بولا' اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے وہ ہم میں اس طرح رہے گویا ہمارے جیسے ہی ایک انسان ہیں' کبھی تکبر نہ کیا ہم ان کے پاس جاتے تو ہمیں قریب بلا لیتے اور اگر سوال کرتے تو فوراً پورا فرما دیتے' ہم جب بھی انہیں ملنے گئے ہمیں فوراً اپنے پاس بلا لیا' ہمارے لئے کبھی دروازہ بند نہ کیا اور نہ کسی نے ہمیں ان کے پاس جانے سے روکا' باوجود اس کے کہ ہمیں اپنے قریب جگہ دیتے' ہمیں ان کی ہیبت گفتگو میں پہل نہ کرنے دیتی' آپ مسکراتے تو ایسے لگتا جیسے موتی جڑے ہوں۔ اتنا سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ضرار اور کچھ بیان کرو تو ضرار نے کہا۔

اللہ تعالیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے' آپ بہت شب بیدار اور کم خواب تھے۔ رات میں کئی پہر اور دن میں کئی اوقات قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ پسندیدہ اشیاء راہ خدا میں خرچ کرتے۔ اللہ کے حضور آنسو لئے حاضر ہوتے' نہ ان کی خاطر پردے ڈالے گئے اور نہ ہی کھانے کے بڑے طباق سجائے گئے' گاؤ تکیہ کو نہ کبھی نرم سمجھا اور نہ موٹے کپڑوں کو کھردرا جانا' آپ انہیں محراب میں پیش خدا حاضر دیکھتے جبکہ رات چھا گئی ہوتی اور ستارے ڈوب رہے ہوتے' آپ کیڑے مار گزیدہ کی طرح پریشان اور بے قرار پہلو بدلتے روتے اور کہتے' یہ دنیا میرے پیچھے پڑی' مجھے چاہتی ہے۔ دور ہو جا' دور ہو جا' مجھے تیری کوئی ضرورت نہیں' میں تجھے تین طلاق دے چکا ہوں' جن کے بعد کبھی تجھ سے رجوع نہ ہوگا۔

پھر فرماتے' ہائے افسوس! سفر لمبا ہے' توشہ سفر بہت تھوڑا ہے اور راستہ بہت خطرناک ہے' یہ

سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا: ضرار بس کرو' اللہ کی قسم! ابو الحسن رضی اللہ عنہ ایسے ہی تھے۔

(حلیۃ الابرار ج۱ ص ۳۳۹ باب الخامس والعشرون مطبوعہ قم طبع جدید

(۲) الامالی والمجالس شیخ الصدوق ص ۱۷۱۳ المجلس الحادی والتسعون مطبوعہ قم)

زیاد بن ابیہ نے سعید بن ابی کا مال چھین لیا اور اس گھر منہدم کر دیا تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے زیاد کو ایک سفارشی خط لکھا' جس میں انہوں نے سعید بن ابی کا مال واپس کرنے اور اسکا مکان بنانے کو فرمایا: اور مندرجہ ذیل مکتوب زیاد بن ابیہ طرف لکھا:

من حسن بن علی الی زیاد' امابعد! فانك عمدت الی رجل من المسلمین له ما لهم وعلیه ما علیهم فهدمت داره واخذت ماله وحبست اهله و عیاله فان اتاك كتابی هذا فابن له داره واردد علیه عیاله وماله وشفعنی فیه فقد أجرته والسلام (ناسخ التواریخ مولفہ میرزا محمد تقی زندگانی امام حسن مجتبیٰ ص ۱۰۶)

اس کے جواب میں زیاد نے مندرجہ ذیل گستاخانہ خط لکھا:

من زیاد بن ابی سفیان الی الحسن بن فاطمه' اما بعد! فقد اتانی كتابك تبدء فیه بنفسك قبلی وانت طالب حاجة وانا سلطان وانت سوقة تأمرنی فیه بأمر المطاع المسلط علی رعیته كتبت الی فی فاسق اوتیه اقامة منك علی سوء الرای ورضاء منك بذالك وایم الله لا تسبقنی به ولو كان بین جلدك ولحمك فان احب لحم علی ان اكله اللحم الذی انت منه مسلمه بجریدیه الی من هو اولی به منك فان عفوت عنهٗ لم اكن شفعتك فیه فان قتلته لم اقتله الا لحبه ابار الفاسق' والسلام۔ (ایضاً)

جب یہ خط امام حسن رضی اللہ عنہ کو پہنچا تو آپ نے مندرجہ ذیل خط زیاد کے نام لکھا:

من الحسن ابن فاطمة الی زیاد بن سمیة' اما بعد! فان رسول الله ﷺ قال الولد للفراش وللعاهر الحجر والسلام۔ (ایضاً ص ۱۰۷)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے زیاد کا خط پڑھ کر اسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کا خط پڑھا' ناسخ التواریخ میں لکھا ہے آپ بے قرار ہو گئے۔

چون معاویہ مکتوب زیاد را مطالعہ نمود' شام بروی تنگ شد' سوئے

زیاد بدینگونہ منشور کرد۔

جب حضرت معاویہ نے زیاد کا خط پڑھا تو اس پر شام کی زمین تنگ ہوگئی اور زیاد کی طرف لکھا جس میں زیاد پر بہت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

اما بعد! فان الحسن ابن علی بعث الی بکتابك الیه جواباً عن کتاب کتبه الیك فی ابن سرح فاکثرت العجب منك وعلمت ان لك رائیین احدهما من ابی سفیان والآخر من سمیه' فاما الذی من ابی سفیان فحلم وحزم واما الذی من سمیه فما یکون من رأئ مثلها' من ذلك کتابك الی الحسن تشتم اباه وتعرض له بالفسق ولعمری انك اولی بالفسق من ابیه' فاما ان الحسن فحق لمثل الحسن ان یتسلط واما قولك فیما شفع فیه الیك فحظ وفحته عن نفسك الی من هو اولی به منك۔

"فاذا ورد علیك کتابی فخل ما فی یدیك لسعید بن ابی سرح وابن له داره وردد علیه ماله ولا تعرض له فقد کتبت ابی الحسن ان یخیره ان شاء اقام عنده وان شاء رجع الی بلده ولا سلطان لك علیه لا بید ولا لسان واما کتابك الی الحسن باسمه واسم امه ولا تنسه الی ابیه فان الحسن ویحك من لایری به الرجم ان والی ای امر وکلته لا ام لك اما علمت انها فاطمه بنت رسول الله فذلك افخرله کنت"

خط کے اختتام پر مندرجہ ذیل شعر لکھے:

اما حسن ابن الذی کان قبله
اذا سار سارالموت حیث یسیر
وصل یلد الرئبال الا نظیره
وذا حسن شبه له و نظیر
ولکنه لو یوزن الحلم و لحمی
بامر لقالوا بذیل و ثبیر

(ایضاص ۱۰۸)

اس خط کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ کی نظر میں حضرت علی اور حسنین کریمین کی کتنی عزت تھی؟ یہ شیعہ حضرات کی لغویات ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے منبر رسول پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں پر لعنت اور گالیوں کی ابتداء کی۔

ناسخ التواریخ میں حضور علیہ السلام کے ارشاد ''ان ھذا ریحانی ان ابنی ھذا سید وعسی ان یصلح اللہ بہ بین فئتین من المسلمین '' کے تحت لکھا ہے:

> پس باقتضای وقت وحکمت خدا وند بر امیر المؤمنین علیہ السلام واجب بود کہ جنگ کند بر حسن علیہ السلام فرض بود کہ صلح فرماید۔ (ایضاج ۱ص ۲۱۸'۱۹)
>
> اللہ کی حکمت اور وقت کے تقاضا کے پیش نظر حضرت امیر علیہ السلام پر جنگ کرنا واجب تھا اور امام حسن علیہ السلام کی صلح کرنی فرض تھی۔

شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب مسلم الثبوت ہیں' ان کی شان میں گستاخی کرنا اگر التزام کفر نہیں تو لزوم کفر میں داخل ضرور ہے۔ حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ کہنا کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ و دیگر اہل بیت رضی اللہ عنہم سے دشمنی کی یا انہیں سب وشتم کرتے یا کراتے تھے' سراسر ضلالت و جہالت پر مبنی ہے۔ جو نضر بن فراحم' یونس بن جناب اور مرحوب وغیرھم جیسے رافضیوں کی روایات پر مبنی ہے' فرمان ذی شان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کوئی مسلمان نہیں بھول سکتا۔ (ماخوذ از فتوی خواجہ قمر الدین سیالوی ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان ابنی ھذا سید لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین

(بخاری ج ۱ص ۵۳۰)

میرا یہ بیٹا سید ہے' میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کے باعث اسلام کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔

حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے محامد میں شمار کیا جاتا ہے اور اسکی پیش گوئی دی گئی کہ حضرت امام دو بڑے مسلمان گروہوں میں صلح کرائیں۔

جو حضور اقدس ﷺ کے ان دونوں گروہوں کو مسلمان نہیں سمجھتا' وہ حضور علیہ السلام' علی المرتضیٰ' اور امام حسن رضی اللہ عنہما کو جھٹلاتا ہے' وہ کوئی مسلمانوں سے الگ جنس ہے۔

حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے والا درحقیقت امام حسن رضی اللہ عنہ پر طعن کرتا ہے' انہوں نے معاذ اللہ فاسق کو خلافت اسلامیہ سپرد کردی' بلکہ حضور اکرم ﷺ پر طعن ہے کہ انہوں نے اسے امام حسن رضی اللہ عنہ کے محامد میں شمار فرمایا' بلکہ یہ اللہ تعالیٰ پر طعن ہے کہ حضور ﷺ پر یہ پیش گوئی القاء فرمائی' معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

غرضیکہ خطائے اجتہادی میں فسق کا فتویٰ خود فسق ہے' حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس خطائے اجتہادی پر فاسق قرار دینے والا رافضی یا کم بخت خارجی جو نسبت کا لبادہ اوڑھے ہوئے حضرت سیدنا معاویہ صحابی رسول اللہ ﷺ جو سراپائے خیر اور فسق کی نسبت سے پاک ہیں' کو شتم کرتا ہے۔

ششم خلیفہ راشد ہیں' حضور علیہ السلام نے جو آپ کو بادشاہ فرمایا اس کا یہ مطلب نہیں کہ بادشاہت اور خلافت دو ضدین ہیں۔

آپ کی حکومت کے دو دور ہیں' ایک دور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے پہلے کا' دوسرا دور امام حسن خلیفہ راشد کے بیعت کرنے کے بعد کا آپ کی زندگی کا پہلا دور بادشاہت کا ہے' وہ بھی ظالم و جابر بادشاہوں کا نہیں' عادل بادشاہ کا دور ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے "السلطان العادل ظل الله" فرمایا ہے۔ آپ کی حکمرانی کا دوسرا دور خلافت راشدہ کا دور ہے۔

عجیب بات ہے آپ کو گالیاں دینے والے امام حسن رضی اللہ عنہ کو تو خلیفہ راشد مانتے ہیں لیکن جس کے ہاتھ پر خلیفہ راشد بیعت کر رہا ہے اس کو فاسق و فاجر کہتے ہیں۔ یہ لوگ درحقیقت امام حسن رضی اللہ عنہ کو بھی دل سے خلیفہ راشد نہیں مانتے' اگر وہ آپ کو راشد مانتے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو فاسق و فاجر نہ کہتے۔

ہم الحمد للہ! سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو پنجم خلیفہ راشد مانتے ہیں' آپ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا خود اس کی بڑی قوی دلیل ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد ہیں' کیونکہ یہ کیسے ممکن ہے کہ خلیفہ راشد کسی ظالم و جابر اور فاسق کے ہاتھ پر بیعت کر لے' اگر وہ ایسا کرے گا

تو خلیفہ راشد نہیں ہوگا۔

الحاصل! یہ کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ حکومت کا دور قبل از بیعت امام حسن رضی اللہ عنہ عادل بادشاہ کا دور تھا اور بیعت کے بعد خلیفۂ راشد کا دور حکومت تھا۔

خطائے اجتہادی کا تعلق بھی صرف حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ جنگ کے ساتھ خاص ہے، نہ آپ کی پوری زندگی کو محیط۔

حضرت سیدنا معاویہ بلکہ کسی بھی صحابی کی شان میں گستاخی کرنا اور برا کہنا رافضی ہے، ایسا شخص جو آپ کو برا کہے شیعہ ہے، وہ ہرگز سنی نہیں ہے، اس کے پیچھے ہرگز نماز نہ پڑھی جائے، ایسے کو اہل سنت کہنا باطل و ناجائز ہے۔ امام زیلعی فرماتے ہیں "وفي تقديمه تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعا" (بدعتی و فاسق فاجر کے) مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے، اس کی اہانت اور حوصلہ شکنی کرنا لازم ہے۔ صحابہ کرام کو برا کہنے والے بدعتی اور فاسق ہیں، مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے ہوشیار رہنا چاہیے، واللہ اعلم

بالصواب

علی احمد سندیلوی

مفتی دار العلوم جامعہ جماعتیہ حیات القرآن پاپڑ منڈی لاہور

الجواب هو الموفق للصواب

جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شیخین پر فضیلت دیتا ہے، وہ تفضیلی شیعہ ہے، ضال مضل گمراہ اور گمراہی پھیلانے والا ہے۔ وہ ہرگز اہلسنت سے نہیں ہے، بعد از انبیاء و مرسلین تمام مخلوقات الٰہی انس و جن و ملک سے افضل سیدنا صدیق اکبر، پھر حضرت فاروق اعظم، پھر حضرت عثمان غنی اور پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم تو جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو صدیق یا فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل بتائے، وہ گمراہ بد مذہب ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے، فتاوی خلاصہ، فتاوی عالمگیری، بحرالرائق وغیرہ کتب کثیرہ میں ہے "ان فضل عليا عليهما فمبتدع" اور غنیۃ رد المختار وغیرہ میں "الصلوٰة خلف المتبدع تكره بكل حال" اور فتاوی رضویہ میں ہے، بد مذہب کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ ایسا شخص اہلسنت سے نہیں ہے، ایسے شخص کو امام بنانا ہرگز جائز نہیں۔

جو شخص حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فاسق کہتا ہے اور ان کو مطعون کرتا ہے وہ خود فاسق

ہے، اس کو امام بنانا گناہ ہے، اس کے پیچھے نماز قریب حرام اور واجب الاعادہ ہے وہ اہلسنت و جماعت سے نہیں، کیونکہ رسالت مآب ﷺ نے تمام صحابہ کرام کے بارے میں فرمایا ہے:

اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم

میرے سارے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ تم ان میں سے جسکی بھی اقتدا کرو گے راہ یاب ہو جاؤ گے۔

اور فرمایا:

الله الله فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اذاھم فقد اذی الله ومن اذی الله فیوشك ان یأخذہ

میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنانا، جو ان کو دوست رکھتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے ان کو دوست رکھتا ہے اور جو ان سے دشمنی رکھتا ہے وہ میری دشمنی کی وجہ سے ہی ان کو دشمن رکھتا ہے، اور جو ان کو ایذا دیتا ہے وہ بلاشبہ مجھے ایذا دیتا ہے اور جو مجھے ایذا دیتا ہے، وہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو ایذا دیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کو ایذا دیتا ہے، عنقریب اللہ اسے پکڑے گا۔

شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین دربار عالیہ سیال شریف لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب مسلم الثبوت ہیں، ان کی شان میں گستاخی کرنا اگر التزام کفر نہیں، تو لزوم کفر میں داخل ضرور ہے، حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے بارے میں کہنا کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ یا دیگر اہلبیت رضی اللہ عنہم سے دشمنی کی یا انہیں سب و شتم کرتے یا کراتے تھے، سراسر غلط ضلالت اور جہالت پر مبنی ہے، جو نصر بن فراحم، یونس بن خباب اور مرحوب وغیرھم جیسے رافضیوں کی روایات پر مبنی ہے، فرمان ذی شان آنحضرت ﷺ "اللہ ! اللہ" کو کوئی مسلمان نہیں بھول سکتا۔ (ماخوذ از فتوی ارمضان المبارک ۱۳۸۹)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ان کے ساتھ صلح کی پیش گوئی دی اور اسے امام حسن رضی اللہ عنہ کے محامد میں سے شمار کیا تھا:

ان ابنی ھذا سید ولعل الله ان یصلح به بین فئتین عظیمتین من

المسلمین۔ (بخاری ج۱ص ۵۳۰)

میرا یہ بیٹا سید ہے' میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کے باعث اسلام کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔

حضرت معاویہ پر طعن کرنے والا درحقیقت حضرت امام حسن پر طعن کرتا ہے کہ انہوں نے معاذ اللہ فاسق کو خلافت اسلامیہ سپرد کر دی' یہ بلکہ حضور اکرم ﷺ پر طعن ہے کہ انہوں نے اسے امام حسن کے محامد میں شمار فرمایا: بلکہ یہ اللہ تعالیٰ پر طعن ہے کہ اس نے حضور ﷺ پر یہ پیش گوئی القاء فرمائی معاذ اللہ! ثم معاذ اللہ! غرضیکہ کہ خطائے اجتہادی میں فسق کا فتویٰ خود فسق ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس خطائے اجتہادی پر فاسق قرار دینے والا یا تو رافضی ہے یا بد بخت خارجی ہے جو نسبت کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے' وہ ذات اقدس تو صحابی رسول اللہ ﷺ ہیں جو سراپا عدل و خیر ہیں اور فسق کی نسبت سے پاک آپ کی شان میں گستاخی کرنا اور برا کہنا رفض ہے' ایسا شخص جو آپ کو برا کہے' شیعہ ہے' وہ ہرگز سنی نہیں ہے' اس کے پیچھے ہرگز نماز نہ پڑھی جائے' ایسے کو اہلسنت کہنا باطل و ناجائز ہے' نہ وہ اہلسنت ہے اور نہ وہ مسلمانوں کا امام بنایا جائے' اس کی امامت ناجائز و حرام ہے۔

امام زیلعی فرماتے ہیں "وفی تقدمه تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً" اور اس کے مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے' حالانکہ مقتدیوں پر شرعاً ایسے گمراہ شخص کی اہانت اور حوصلہ شکنی کرنا لازم ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مومن کی زندگی سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ارشادات کی روشنی میں

مختصر حالاتِ زندگی

پیدائش

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت واقعہ فیل کے دو سال بعد مکہ معظمہ میں ہوئی۔ آپ نوجوانوں میں سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا آپ عرب کے مشہور قبیلہ قریش کے ایک باعزت فرد تھے۔ والدین نے عبدالکعبہ نام رکھا تھا لیکن مسلمان ہونے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام بدل کر عبداللہ رکھ دیا۔

القابات وکنیت

کنیت ابوبکر، قرآن کریم نے صاحب رسول، ثانی اثنین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق و عتیق اور مؤمنو نے یار غار، عاشق رسول، فنافی الرسول، وغیرہ بہت سے القابات دیئے، آپ عشرہ مبشرہ کے سرخیل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔

حلیہ مبارک

رنگ سرخ و سفید، جسم چھریرا، رخسار ذرا دبے ہوئے، پیشانی عرق آلود، نظریں نیچی، پیشانی

بلند، چہرہ مبارک اور انگلیوں پر گوشت بہت کم تھا۔ مہندی اور کسم کا خضاب لگاتے اور نہایت ہی حسین وجمیل تھے۔

قبل از اسلام

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قبل از اسلام بھی بڑی عزت اور وجاہت وثروت کے مالک تھے، تمام اہل مکہ انہیں اس قدر مانتے تھے کہ دیت اور تاوان کے مقدمات کا فیصلہ ان ہی کے متعلق تھا، جب کسی کی ضمانت کر لیتے تھے تو قابل اعتبار سمجھی جاتی تھی، سب لوگ ان سے محبت کرتے تھے اور لوگوں کے بہت کام ان سے نکلتے تھے۔

اہل عرب کے انساب کا علم سب سے زیادہ رکھتے تھے، فن شعر میں اچھی مہارت تھی، نہایت فصیح بلیغ تھے مگر اسلام کے بعد شعر کہنا چھوڑ دیا تھا۔

زمانہ جاہلیت میں بھی کبھی شراب نہیں پی اور کبھی بت پرستی نہیں کی۔

(ازالۃ الخفاء وصواعق)

فدائیانہ محبت

آپ بچپن ہی سے آنحضرت ﷺ کے ساتھ فدائیانہ محبت رکھتے تھے، جب آنحضرت ﷺ اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ ملک شام جانے لگے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کرایہ پر لے کر آپ کی خدمت کیلئے ساتھ بھیجا اور ایک خاص قسم کی روٹی اور زیتون ناشتے کے لئے آپ کے ہمراہ کیا۔ حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کوشش بھی شریک تھیں۔

آپ کے اصول وفروع صحابی

حضرت صدیق اکبر خود بھی ان کے والدین بھی ان کے صاحبزادے اور پوتے بھی رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے اور یہ امتیازی شان صحابہ کرام میں صرف ابوبکر صدیق کو حاصل ہے، کہ آپ کے گھرانہ کی چار پشتیں صحابیت کے مرتبہ سے مشرف ہوئیں۔

ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء

آغاز خلافت

۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ، مطابق ۳ جون ۶۳۲ء رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا اور آپ خلیفہ مقرر ہوئے۔

مدت خلافت

دو برس تین مہینے اور گیارہ دن ہے۔

عمر

۶۳ سال

تاریخ وصال

۲۱ جمادی الاخرہ ۱۳ھ، مطابق ۲۲ اگست ۶۳۴ء کو آپ کا وصال ہوا، نماز جنازہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پڑھائی، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت طلحہ، حضرت عثمان غنی، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم نے میت قبر میں اتاری اور پہلوئے رسول اللہ ﷺ میں اس طرح دفن کیے گئے کہ آپ کا سر اللہ کے رسول اللہ ﷺ کے کندھوں کے متوازی ہے۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

ارشادات وخطبات، وصیتیں اور مکتوبات

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عظمت کا کون معترف نہیں۔ آپ کو افضل البشر بعد الانبیاء ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ کے خطبات ارشادات اور فرمودات نے اکثر انسانی زندگیوں میں زبردست انقلابات پیدا کردیئے ہیں، کئی گم گشتۂ راہ انسانوں کو صراط مستقیم پر گامزن کردیا ہے، کئی بھولے بھٹکوں کے قلوب کی اصلاح کردی ہے، آئندہ سطور میں آپ کے چند ارشادات و فرمودات تحریر کیے جاتے ہیں تاکہ متلاشیان حق حقیقت سے آگاہ ہوں اور آپ کی صحیح تعلیم سے واقف ہوکر راہ حق سے نہ بھٹکیں، مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو ضرور شرف قبولیت

سے بخشے گا۔

فسادِ زبان و دل

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

اذا فسد اللسان بكت عليه النفوس واذا فسد القلب بكت عليه الملائكة۔

(منبہات ابن حجر عسقلانی ص ۷)

زبان کے فساد پر لوگ روتے ہیں اور دل کے فساد پر فرشتے روتے ہیں۔

قبر میں بلا خرچ جانے والا

ارشاد فرمایا:

من دخل القبر بلا زادٍ فكانما ركب البحر بلا سفينة۔(ایضاً)
جو شخص قبر میں بغیر خرچ گیا وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے بلا جہاز و کشتی دریا کا سفر کیا۔

ف: قبر کا خرچ عمل صالح ہیں۔

تین چیزیں تین چیزوں سے حاصل نہیں ہوتیں

ارشاد فرمایا:

ثلث لا يدرك بثلثٍ الغنى بالمنى والشاب بالخضاب والصحة بالا دوية۔

(ایضاً ص ۹)

تین چیزیں تین چیزوں سے حاصل نہیں ہوتیں' امیری آرزوؤں سے' جوانی خضاب سے اور صحت دواؤں سے

ف: اس میں کسی چیز کے حصول کی آرزو میں حرام میں مبتلا ہونے والوں اور معمولی صحت، خراب ہونے پر حرام چیز سے علاج کرنے والوں کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔

تین محبوب کام

ارشادفرمایا:

حبب الی من الدنیا ثلث النظر الی وجه رسول الله وانفاقمالی علی رسول الله وان یکون ابنتی تحت رسول الله۔

(۱) رسول اللہ ﷺ کے چہرے کی طرف دیکھنا۔

(۲) اور اپنا مال رسول اللہ ﷺ پر خرچ کرنا۔ (ایضاً ص۲۱)

(۳) اور یہ کہ میری بیٹی رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں ہو۔

چار چیزوں کی تکمیل

ارشادفرمایا:

اربعة تمامها باربعة تمام الصلوٰة بسجدتی السهو والصوم بصدقة الفطر والحج بالفدیة والایمان بالجهاد۔ (ایضاً ۲۷)

چار چیزیں چار چیزوں سے مکمل ہوتی ہیں نماز کا کمال دو سجدۂ سہو سے، روزے کا صدقہ فطرہ سے، حج کا فدیہ سے اور ایمان جہاد سے مکمل ہوتا ہے۔

پانچ تاریکیاں اور پانچ چراغ

ارشادفرمایا:

الظلمة خمس والسرج لها خمس حب الدنیا ظلمة والسراج له التقویٰ والذنب ظلمة والسراج له التوبة والقبر ظلمة والسراج لها لا اله الا الله محمد رسول الله والاخرة ظلمة والسراج لها العمل الصالح والصراط ظلمة والسراج له الیقین۔ (ایضاً ص ۳۹، ۴۰)

پانچ تاریکیاں ہیں اور ان کیلئے پانچ چراغ ہیں

(۱) دنیا کی محبت تاریکی ہے اور اسکا چراغ پرہیز گاری ہے۔

(۲) اور گناہ تاریکی ہے اور اس کا چراغ توبہ ہے۔

(۳) اور قبر تاریکی ہے اسکا چراغ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔

(۴) اور آخرت تاریکی ہے اس کا چراغ نیک عمل ہیں۔

(۵) پل صراط تاریکی ہے اور اس کا چراغ یقین ہے۔

محاصرے میں

ارشاد فرمایا:

ان ابلیس قآئم امامك والنفس عن یمینك والھویعن یسارك والد نیا عن خلفك والا عضآء عن حولك والجبار فوقك یعنی با لقدرۃ لابالمکان

(۱) بیشک شیطان تیرے آگے کھڑا ہے (۲) نفس تیری دائیں طرف (۳) خواہش تیری بائیں طرف (۴) دنیا تیرے پیچھے (۵) اجزائے بدن تیرے گردا گرد (۶) جبار تیرے اوپر۔

کون کس طرف بلاتا ہے؟

فالا بلیس لعنه الله یدعوك الی ترك الدین والنفس تدعوك الی المعصیة الھوی یدعوك الی الشھوۃ والدنیا تدعوك الی اختیارھا علی الاخرۃ والاعضاء تدعوك الی الذنوب والجبار والله یدعوك الی الجنة والمغفرۃ قال الله تعالیٰ والله یدعوك الی الجنة والمغفرۃ۔

پس شیطان اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو تجھے دین چھوڑنے کی دعوت دیتا ہے اور نفس تجھے نافرمانی کی طرف بلاتا ہے اور خواہش تجھے شہوت کی طرف بلاتی ہے اور دنیا تجھے آخرت پر اسے اختیار کرنے کیطرف بلاتی ہے اور اجزائے بدن تجھے گناہوں کیطرف بلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تجھے جنت اور بخشش کیطرف بلاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اللہ تجھے جنت اور بخشش کیطرف بلاتا ہے۔

کس کا جواب کیا رنگ لائے گا؟

(۱) فمن اجاب ابلیس ذھب عنهٗ الدین

پس جو شخص شیطان کا جواب دے گا اس کا دین چلا جائے گا۔

(۲) ومن اجاب النفس ذهب عنهٗ الروح

اور جس نے نفس کی بات مانی اس کی روح چلی جائے گی۔

(۳) ومن اجاب الهوىٰ ذهب عنهٗ العقل

اور جس نے دنیا کی بات مانی اس کی آخرت برباد ہوگی۔

(۵) ومن اجاب الاعضاء ذهب عنهٗ الجنة

اور جس نے اعضائے بدن کی بات مانی' وہ جنت سے محروم ہوگا۔

(۶) ومن اجاب الله تعالىٰ ذهب عنهٗ السيات ونال جميع الخيرات۔

(منبہات ص ۵۱'۵۲)

اور جس نے اللہ کا حکم مانا' اسکے گناہ دور ہو جائیں گے اور تمام بھلائیوں کو پالے گا۔

بخیل سات سزاؤں میں سے کسی ایک میں ضرور مبتلا ہوگا

ارشاد فرمایا:

البخيل لايخلو من احدى السبع

بخیل سات چیزوں میں سے کسی ایک میں ضرور مبتلا ہوگا۔

(۱) اما ان يموت فيرثه منّ يبذل ماله وينفقه بغير ما امر اللّٰه تعالىٰ

یہ کہ وہ مرے گا اس کا وارث ایسا شخص ہوگا کہ اس کے مال کو اللہ تعالیٰ کے حکم خلاف خرچ کرے گا۔

(۲) او يسلط اللّٰه عليه سلطاناً جائراً فيأخذه منه بعد تذليل نفسه

یا اس بخیل پر اللہ تعالیٰ ظالم بادشاہ کو مسلط کرے گا کہ وہ اس بخیل سے اس مال کو اور اسکے نفس کو ذلیل کر کے لے لے گا۔

(۳) او يهيج له شهوة يفسد عليه ماله

یا خواہش میں مبتلا ہو کر اس پر اپنے مال کو برباد کر دے گا۔

(۴) او يبدله رأى فى بنآءٍ اوعمارةٍ فى ارضٍ خرابٍ فيذهب فيه ماله

یا اس کو مکان بنانے یا خراب زمین آباد کو کرنے کا خیال پیدا ہوگا' اس میں اپنے مال کو برباد کردے گا۔

(۵) او یصیب له نکبة من نکبات الدنیا من غرقٍ او حرقٍ او سرقةٍ وما اشبه ذلك

یا اسکے مال کو دنیا کی مصیبتوں سے کوئی مصیبت پہنچے گی کہ غرق ہوگا یا جل جائے گا یا چوری ہوگا یا اس کی مثل کسی اورطرح برباد ہوجائے گا۔

(٦) او یصبه علة دآئمة فینفق ماله فی مداواتها

یا اس کو کوئی دائمی بیماری لگ جائے گی کہ اسکے علاج میں خرچ کردے گا۔

(۷) او یدفنه فی موضعٍ من المواضع فینساه فلایجده

(منبہات ص ۵۹)

یا اس کو کسی جگہ دفن کردے گا اس کو بھول جائے گا اور مال نہ پائے گا۔

آٹھ چیزیں آٹھ چیزوں کی زینت ہیں

ارشادفرمایا:

ثمانیة اشیآء هن زینة لثمانیة اشیآء

آٹھ چیزیں آٹھ چیروں کیلئے زینت ہیں۔

(۱) العفاف زینة الفقر

پرہیزگاری فقر کی زینت ہے۔

(۲) والشکر زینة النعمة

شکر نعمت کی زینت ہے۔

(۳) والصبر زینه البلاء

صبر بلاء ومصیبت کی زینت ہے۔

(۴) والحلم زینة العلم "

اور بردباری علم کی زینت ہے۔

(۵) والتذلل زينة المتعلم "

اورفروتنی و عاجزی طالب علم کی زینت ہے

(۶)و کثرة البكآء زينة الخوف"

زیادہ رونا خوف کی زینت ہے۔

(۷)وترك المنة زينة الاحسان"

احسان نہ جتانا احسان کی زینت ہے۔

(۸) والخشوع زينة الصلوٰة "

عاجزی نماز کی زینت ہے۔ (منبہات ص ۶۴)

بندوں کی قسمیں اور ان کی علامتیں

ارشاد فرمایا:

العباد ثلثة اصنافٍ بكل صنفٍ

بندوں کی تین قسمیں ہیں اور ہر قسم

ثلث علامات يعرفون بها

کی تین علامتیں ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔

(۱) صنف يعبدون الله تعالى على سبيل الخوف

ایک قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت امید پر کرتے ہیں۔

(۲)صنف يعبدون الله على سبيل الرجآء

ایک قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت امید پر کرتے ہیں۔

(۳)صنف يعبدون الله على سبيل الحب

ایک قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت از راہ محبت کرتے ہیں۔

علامات اور نشانیاں

(۱) فللاول ثلث علاماتٍ يستحقر نفسه ويستقل حسناته ويستكثر سيأته

پہلی قسم کی تین علامتیں ہیں (۱) اپنے نفس کو حقیر جانتے ہیں (۲) اپنی نیکیوں کو تھوڑی جانتے

ہیں (۳) برائیوں کو زیادہ جانتے ہیں۔

(۲) وللثانی ثلث علاماتٍ یکون قدوۃ الناس فی جمیع الحالات ویکون اسخی الناس کلھم بالمال فی الدنیا ویکون احسن الظن باللہ فی الخلق کلھم

دوسری قسم کی تین علامتیں ہیں۔(۱) وہ تمام حالات میں قوم کے پیشوا ہوتے ہیں (۲) تمام لوگوں سے دنیا میں مال خرچ کرنے میں زیادہ سخی ہوتے ہیں (۳) تمام مخلوق میں اللہ سے نیک گمان رکھتے ہیں۔

(۳) وللثالث ثلث علامات یعطی مایحبہ ولا یبالی بعد ان یرضی

اور تیسری قسم کی تین علامتیں ہیں (۱) اپنی محبوب چیز کو خرچ کرتے ہیں اور پرواہ نہیں کرتے

ربہ ویعمل بسخط نفسہ بعد ان یرضی ربہ ویکون فی جمیع الحالات مع سیدہ فی امرہ و نھیہ (منبھات ص ۶۶٬۶۷)

(۲) اسکے بعد انکا رب راضی ہو جائے اور اپنے نفس کی ناخوشی کے کام کرتے ہیں' اسلئے کہ انکا رب خوش ہو جائے (۳) تمام حالات میں اپنے سردار کیساتھ ہوتے ہیں' خواہ حکم دے یا منع کرے۔

دوسرے نسخہ میں سیدہ کے بجائے مع ربہ امر و ممانعت میں اپنے پروردگار کی اطاعت کرتے ہیں۔

مصیبتوں اور آفات سے نجات اور مقربین ومتقین کے درجات تک کیسے پہنچ سکتے ہیں؟

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

مامن عبدٍ رزقہ اللہ عشر خصالٍ الا و قد نجامن الافات والعاھات کلھا و صارفی درجۃ المقربین ونال درجۃ المتقین

کوئی بندہ ایسا نہیں جس کو اللہ تعالیٰ دس عادتیں عطا فرمائیں مگر بیشک مصیبتوں اور آفتوں سے نجات پائے گا اور مقربین بارگاہ الٰہی میں داخل ہوگا اور پرہیزگاروں کا درجہ پائے گا۔

(۱) اولها صدق دائم معه قلب قانع

پہلی تھوڑی چیز پر صبر کرنے کیساتھ ہمیشہ سچ بولنا۔

(۲) والثانی صبر کامل معه شکر دائم

دوسری دائمی شکر کیساتھ صبر کامل۔

(۳) والثالث فقر دائم معه زهد حاضر

تیری دائمی فقر کیساتھ نفسانی خواہشوں سے نفرت اور دنیا کی لذتوں سے کنارہ کرنا۔

(۴) والرابع فکر دائم معه بطن جائع

چوتھی دائمی فکر کے ساتھ بھوکا پیٹ۔

(۵) والخامس حزن دائم معه خوف متصل

پانچویں دائمی غم کیساتھ خوف ملا ہو۔

(۶) والسادس جهد دائم معه بدن متوضع

اور چھٹی دائمی کوشش کیساتھ عاجزی کرنیوالا بدن۔

(۷) والسابع رفق دائم معه رحم حاضر

ہمیشہ کی نرمی کے ساتھ رحم دلی۔

(۸) والثامن حب دائم مع حیاءٍ

آٹھویں دائمی محبت کیساتھ حیاء۔

(۹) والتاسع علم نافع معه حلم دائم

نویں علم نافع کیساتھ دائمی بردباری۔

(۱۰) والعاشر ایمان دائم معه عقل ثابت

دسویں دائمی ایمان کیساتھ پختہ عقل۔

زندہ بہ نسبت مردہ کے نئی چیز کا زیادہ محتاج ہے

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وقت وفات آیا تو ارشاد فرمایا: بیٹی! میرے پورے کپڑے دھونا اور ان کو میرا کفن بنانا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا' ابا جان! اللہ نے دیا اور احسان کیا' ہم آپ کو نئے کپڑے کا کفن دیں گے۔ فرمایا: کہ زندہ بہ نسبت مردے کے نئے کا زیادہ محتاج ہے۔ (طبقات ابن سعد ۴۶/۵۴/۳)

ف: مزارات پر بے تحاشا چادریں چڑھانے والے غور کریں' امت میں سب سے بڑے ولی اللہ کیا فرما رہے ہیں۔ (سندیلوی)

خطبات

پہلا خطبہ: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پہلے خطبۂ خلافت کو تاریخ اسلام میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے کیوں کہ اس میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیاست' معاشرت' قانون و اخلاق کے جن اصولوں کی تشریح فرمائی ہے' وہ اسلامی معاشرے اور اسلامی حکومت کی تشکیل میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔

محمد بن اسحاق بن یسار نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ خطبۂ صدیقی یوں نقل کیا ہے کہ آپ نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی' اسکے بعد فرمایا:

میں تم سے بہتر نہیں

(۱) ایھا الناس فانی قد ولیت علیکم و لست بخیر کم"

اے لوگو! میں تمہارا والی وامیر بنایا گیا ہوں لیکن تم سے برتر نہیں ہوں۔

ف: ایک اسلامی معاشرے میں جس انداز کا نظام مملکت ہونا چاہیے۔ اس کا بنیادی تصور یہ کہ اس میں قانون کے آگے ہر فرد یکساں ہے' کوئی کسی سے برتر و بہتر نہیں۔ امیر یا خلیفہ بننے سے کوئی شخص قانون سے بالاتر نہیں ہو جاتا۔ "ولست بخیر کم" فرما کر تعلّی وتکبر کی بنیاد اکھیڑ دی اور اس حقیقت کو واشگاف کیا کہ اسلامی معاشرے میں آقا و غلام' بادشاہ و رعایا اور حاکم ومحکوم کا کوئی تصور نہیں' یہاں سب بھائی بھائی ہیں اور سب مساوی حقوق رکھتے ہیں۔

اچھائی و برائی دیکھ کر تمہارا کردار کیا ہونا چاہیے

(۲) اس کے بعد فرمایا:

فان احسنت فاعینونی وان اسأت فقومونی

اگر میں اچھے کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر برائی کروں تو مجھے سیدھا کر دو۔

ف: اسلامی حکومت کا فرمانروا یہ اس عہد میں کہہ رہا ہے جب کہ فرماں روائی کا مطلب ہی قیصر و کسریٰ کی طرح جبر و استبداد تھا۔ مغربی جمہوریت کا علمبردار اس میں اپنی صحیح و غلط باتوں کو جبر و استبداد سے منوانے کا فرعونی جذبہ رکھتے ہیں، لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی راست بازی اور فراخ دلی دیکھئے، کس صاف گوئی سے فرما رہے ہیں کہ غلطی مجھ سے بھی ہوسکتی ہے۔ لہٰذا جب ایسا کروں تو مجھے سیدھا کر دیں اور نیکی کے کاموں میں ہی میرے ساتھ تعاون کریں۔

سچائی اور خیانت

پھر فرمایا:

(۳) الصدق امانة والکذب خیانة

سچائی امانت اور جھوٹ خیانت ہے۔

ف: اس جملہ میں آپ نے ایسی حقیقت بیان کر دی جو ہمیشہ تسلیم شدہ ہے اور کبھی اس میں ترمیم اضافہ نہ ہوسکے گا جس معاشرے میں امانت و صدق کی محافظت نہ کی جائے، اس کی بربادی میں کوئی شک نہیں کیا جاسکتا، اور جس معاشرے میں صدق و امانت کی حفاظت ہو، اسکے سنوارنے میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا۔

کمزور قوی اور طاقتور کمزور

(۴) پھر ارشاد فرمایا:

الضعیف فیکم قوی عندی حتی ارجع علیه حقه.ان شاء الله والقوی فیکم ضعیف حتی اخذالحق منه ان شاء الله

تم میں جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے حتی کہ اسکا حق اسے واپس دلوا دوں، انشاء اللہ اور جو تم میں طاقتور ہے، وہ کمزور ہے یہاں تک کہ میں اس سے حق لے لوں، انشاء اللہ۔

ف: ایک اعلیٰ معاشرے کا تصور یہی ہوسکتا ہے کہ اس میں عدل کے تقاضے پورے ہوتے ہوں، کوئی طاقت ور ناتواں کا حق نہ چھین سکے اور اگر ایسا کرے تو بے بس مظلوم کی داد رسی ہو۔

کمزور کو اس کا حق دلوایا جائے وہ مملکت انسانوں کی نہیں' درندوں کی ہے جہاں قانون کمزوروں کو تو اپنی گرفت میں لے لے اور طاقتوروں سے چشم پوشی کرے۔

یہاں یہ نکتہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا یہ فریضہ بیان کرتے ہوئے دو مرتبہ ''انشاء اللہ'' فرمایا ہے' ہمارے موجودہ معاشرے میں اس لفظ کا استعمال بے جا غلط طریقہ پر ہوتا ہے یعنی عزم کی ناپختگی اور ارادے کے ڈھیلے پن کی غمازی کرتا ہے۔ کہ کوئی وعدہ مشکوک ہو یا ارادہ پختہ نہ ہو تو ''انشاء اللہ'' کہہ دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اب کسی کام کے کرنے کی ضرورت نہیں۔

جبکہ واقعہ یہ ہے کہ انشاء اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اپنی طرف سے تو تکمیل کار کی ہر ممکن کوشش ہوگی اور کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی جائے گی' لیکن اگر اچانک مشیت الٰہی سے کوئی ایسی رکاوٹ پیدا ہو جائے جس کی بنا پر کام نہ ہو سکے تو وہ علیحدہ بات ہے۔

اللہ تعالیٰ ذلت سے ہمکنار کرتا ہے

(۵) اس کے بعد ارشاد فرمایا:

لایدع قوم الجهاد فی سبیل الله الا خذلهم الله بالذل

جو قوم بھی جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ بیٹھے' اسے خدا بھی ذلت سے ہم کنار کر کے چھوڑ دیتا ہے۔

ف: اس ارشاد میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے زندگی کا ایک ایسا گُر دیا ہے جس کے بغیر کوئی معاشرہ پنپ نہیں سکتا۔ وہ ہے جہاد اور جہاد سے مراد محض قتال و جنگ نہیں بلکہ جہاد کہتے ہیں اللہ کی رضا کیلئے سعی بلیغ اور انتہائی کوشش کو جان و مال خاندان' علم' عزت' وقت' دل' دماغ' ہاتھ' پاؤں' غرض جس چیز کو بھی اللہ کے دین کی سربلندی اور انسانیت کی خدمت کیلئے لگا دیں گے وہ جہاد فی سبیل اللہ ہوگا۔ جب کوئی قوم اس صلاحیت سے محروم ہو جاتی ہے تو وہ مردہ ہو جاتی ہے اور دیسے نیست و نابود ہو جاتی ہے یا پھر ذلیل و خوار ہو کر دنیا میں رہتی ہے۔

عام مصیبتوں کا نزول

(۶) اس کے بعد معاشرے کی بقا کے لئے ایک اعلیٰ اخلاقی درس یوں دیا:

ولا تشيع الفاحشة فی قوم الاعمهم الله بالبلاء

جس قوم میں بے حیائی کی باتیں پھیل جائیں' اس میں خدا آزمائشوں کو عام کر دیتا ہے۔

ف: اس فرمان میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایسی بات بیان کی جو ایک خدا کی پرستش کرنے والے کے سوا کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کسی سوسائٹی کیلئے ۔ بے حیائی کی باتوں سے زیادہ شاید اور کوئی چیز تباہ کن نہیں ہوتی۔

اصل اطاعت اللہ تعالیٰ و رسول اللہ کی ہے

مزید ارشاد فرمایا:

رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت درست نہیں۔

(۷) اطیعونی مااطعت الله و رسوله.فاذاعصیت الله ورسوله فلا طاعةً لی علیکم

جب تک میں اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرتا رہوں تم بھی میری اطاعت کرو اور جب میں اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت درست نہیں۔

ف: شخصیت پرستی کی نفی اس سے زیادہ واضح اور مبنی بر صداقت کیا ہوگی؟ یہی ہے ایک اسلامی ریاست کی وہ اساس جس کی طرف دنیا کی متمدن قومیں خود بخود کشاں کشاں چلی آرہی ہیں' فرق صرف یہ ہے کہ انہوں نے قانون الٰہی کی اساسی برتری کو ابھی تسلیم نہیں کیا ہے' نفس قانون کی بالاتری کو مان لیا ہے۔

نماز کیلئے کھڑے ہو جاؤ

اور فرمایا:

(۸) قوموا الی صلوتکم یرحمکم الله

اپنی نماز کیلئے کھڑے ہو جاؤ' اللہ تم پر رحم فرمائے گا۔

ف: نماز میں تعلق باللہ کے ساتھ ساتھ تربیت و مشق بھی ہے' بلند و پست کی تفریق کو ختم کیا جاتا ہے' اطاعت امیر کی ضروری ہے مگر امام غلطی کرے تو لقمہ دینا بھی ضروری ہے۔

حسین اور خوبصورت چہرے کہاں گئے

حضرت یحییٰ بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک دن اپنے خطبہ میں فرمایا:

(۱)"این الوضاء الحسنة وجوههم المعجبون بشبابهم'(۲) این الملوك الذین بنوا المدائن وحصنوها بالحیطان'(۳) این الذی كانوا یعطون الغلبة فی مواطن الحرب قد تضعضع لهم الدهر فاصبحوا فی ظلمات القبور'الوحاء! الوحاء! النجاء' النجاء"

(حالات مقالات صحابہ ص ۱۲۰' محمد ادریس الانصاری)

(۱) کہاں گئے وہ گورے چٹے لوگ جن کے چہرے نہایت حسین اور خوبصورت تھے جو اپنی جوانی پر نازاں تھے۔

(۲) کہاں گئے وہ بادشاہ جنہوں نے شہروں کو بنایا اور ان کے چاروں طرف فصلیں چار دیواریاں بنا کر انہیں قلعہ بند کر دیا۔

(۳) کہاں گئے وہ لوگ جو میدان جنگ میں اپنے دشمنوں پر غلبہ پاتے تھے۔

سچی بات یہ تو ہے

کہ ان لوگوں کو زمانہ نے زبردستی مار ڈالا اور یہ لوگ قبروں کے اندھیروں میں جا چھپے' جلدی کرو جلدی کرو اور اپنے آپ کو اللہ کے عذاب سے بچاؤ اور اپنے آپکو اللہ کی پکڑ سے بچاؤ

اللہ سے ڈرتے رہو

حضرت عبداللہ بن حکیم فرماتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو وصیت فرمائی۔ حمد وثنا کے بعد فرمایا:

فانی اوصیكم بتقوی الله وان تثنوا علیه بما هوله اهل وان تخلطوا الرغبة بالرهبة وان تجمعوا الالحاف بالمسئلة' فان الله اثنی علی زكریا وعلی اهل بیته فقال انهم كانوا لنا خشعین۔

میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے یعنی پرہیزگاری کی زندگی اختیار کرنے کی وصیت

کرتا ہوں۔ اور تمہیں اسکی بھی وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریف کرو جس کا وہ اہل ہے اور اسکی بھی وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ خوف اور شوق کے ملے جلے گمان کیساتھ زندگی گذارو۔ اور اللہ تعالیٰ سے لگ لپٹ کر سوال اور دعائیں کرتے رہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زکریا اور انکے گھر والوں کی ان الفاظ میں تعریف فرمائی کہ وہ نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور وہ ہمیں رغبت اور رہبت یعنی شوق اور خوف کیساتھ پکارتے تھے اور وہ لوگ ہمارے سامنے نہایت عاجزی کے ساتھ عبادت کرتے تھے۔

تمہاری جانیں گروی ہیں

اس کے بعد فرمایا:

ثم اعلموا عباداللہ ان اللہ تعالیٰ قد ارتھن بحقہ انفسکم واخذ علی ذلك مواثیقکم واشتری منکم القلیل الفانی بالکثیر الباقی وھذا کتاب الالہ فیکم لاتفنی عجائبہ ولا یطفأ نورہ فصدقوا قولہ وانتصحوا کتابہ واستبصروا فیہ لیوم الظلمۃ فانما خلقکم للعبادۃ ووکل بکم الکرام الکاتبین یعلمون۔

اے اللہ کے بندو! اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو اللہ تعالیٰ نے اپنے حقوق کے عوض تمہاری جانوں کو گروی کر لیا ہے۔ یعنی ان جانوں کو تمہیں اپنے حقوق کے بدلے عارضی طور پر دے رکھا ہے اور تم سے اس پر مضبوط اور پختہ عہد لے رکھا ہے' اس نے تم سے قلیل اور فانی یعنی دنیا اور اس کی آسائشوں کو کثیر اور ہمیشہ رہنے والی یعنی آخرت کی دائمی نعمتوں کے بدلے خرید لیا ہے۔ اور تم میں اللہ کی کتاب موجود ہے جس کے عجائبات کبھی ختم نہ ہوں گے اور جس کی روشنی کبھی گل نہ ہوگی' پس اس کی باتوں کو سچا مانتے رہو اور عمل سے اس کی تصدیق کرتے رہو۔ اسی کتاب کی نصیحتوں کو قبول کرتے رہو۔ اور اس کتاب کے علم کو حاصل کر کے پھر اس پر عمل کر کے اندھیرے دن یعنی قبر و قیامت کے واسطے

روشنی حاصل کرو۔ تمہیں اللہ تعالیٰ نے صرف عبادت کیلئے پیدا کیا ہے اور تم پر لکھنے والے عزت والے کاتب مقرر کئے ہیں' وہ جانتے ہیں کیا کرتے ہو؟

تمہاری عمر اللہ کے کام میں گذر جائے اور ختم ہو جائے تو ایسا ضرور کرو

اور فرمایا:

ثم اعلموا عباد الله انكم تغدون وتروحون فی اجل قدغیب عنكم علمه فان استطعتم ان تنقضی الاجال وانتم فی عمل الله فافعلوا ولن تستطیعوا ذلك الا بالله فسابقوا فی مهل جالكم قبل ان تنقضی آجالكم فیرد كم الی سوء اعمالكم فان اقواماً جعلوا اجالهم لغیر هم ونسوا انفسهم فأنهاكم ان تكونوا امثالهم الوحا الوحا النجاء النجاء وان ورائكم طالب حثیث امره سریع (حالات ومقالات ۱۲۱'۱/۲۲۱)

اے اللہ کے بندو! اس چیز کا بھی دھیان رکھو کہ تم صبح وشام اس اجل یعنی مدت مقررہ میں گھوم پھر رہے ہو جسکے آنے کی تمہیں خبر نہیں دی گئی' پس اگر تم سے ہو سکے اور تمہاری طاقت میں ہو کہ تمہاری عمر اللہ کے کام میں گذر جائے اور ختم ہو جائے تو ایسا ضرور کر لو لیکن یہ کرنا تمہاری طاقت سے باہر ہے' جب تک کہ تمہارے ساتھ اللہ کی مدد اور توفیق شامل نہ ہو' پس اپنی عمر کی فرصت میں اسکے ختم ہو جانے سے پہلے آخرت کیلئے کام کرو۔ اور اس کیلئے ہمت کے نتائج بھگتنے پڑیں اور انکے برے انجام سے تمہاری عاقبت برباد ہو جائے۔ بیشک دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جنھوں نے اپنی عمر اور اپنی مقررہ زندگی کو دوسروں کیلئے وقف کر دیا ہے۔ اور خود کو بھلا بیٹھے ہیں یعنی بیوی بچوں کیلئے مرکھپ رہے ہیں اور اپنے لئے کچھ نہیں کرتے' میں تمہیں منع کرتا ہوں کہ تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا' جلدی کرو' دیر نہ کرو' جلدی کرو' دیر نہ کرو' النجاء النجاء اپنی فکر کرو اور اپنی جانوں کو بچاؤ' کیونکہ تمہارے پیچھے ایک تیز رفتار موت کا فرشتہ لگا ہوا ہے جس کا کام بہت جلد اور بڑی تیزی سے ہو جاتا ہے۔

فقر و فاقہ اور تنگدستی میں بھی

حضرت عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں فرمایا:

اوصیکم باللہ لفقرکم وفاقتکم ان تتقوہ وان تثنوا علیہ بما ہو اہلہ وان تستغفروہ انہ کان غفاراً (حالات ومقالات ۱۲۳/۱)

میں تم کو وصیت کرتا ہوں اس بات کی کہ فقر و تنگدستی کے زمانہ میں بھی اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے رہنا اور تقویٰ اور پرہیز گاری کو کسی حال میں نہ چھوڑنا، اللہ تعالیٰ اپنی جن خوبیوں اور اپنی جن صفتوں کا مستحق ہے۔ اسکی شان کے موافق اس کی خوبیوں اور اسکی صفتوں کو بیان کرتے رہنا۔ اس سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے رہنا بیشک، وہ بڑا بخشنے والا ہے۔

عبادت و طاعت میں با اخلاص رہو گے تو وفا شعار بندے بن جاؤ گے

پھر فرمایا:

واعلموا انکم ما اخلصتم للہ عزوجل فربکم اطعتم وحقکم حفظتم فاعطوا ضرائبکم فی ایام سلفکم واجعلوہا نوافل بین ایدیکم تستوفوا سلفکم حین فقرکم وحاجتکم

اور خوب سمجھ لو اور اسکا یقین رکھو کہ اگر تم اللہ کی عبادت و اطاعت میں پورے پورے با اخلاص رہو گے تو اس حال میں ایک تو تم اپنے رب کے اطاعت گذار اور وفا شعار بندے بنو گے، دوسرے اپنے حق اور ثواب کو ضائع ہونے سے بچاؤ گے۔

فرائض اور ذمہ داریوں کو پورا کرو اور نوافل کا اہتمام کرو

پھر فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے جو فرائض تم پر مقرر کئے ہیں اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو اپنی محنت کے زمانہ میں پورا کرو اور فرائض کے علاوہ اپنے مرنے سے پہلے نوافل کا بھی اہتمام کرو۔

فقر و فاقہ میں اپنے بزرگوں کا طریقہ اختیار کرو

پھر فرمایا: اپنے فقر و فاقہ اور محتاجیوں میں اپنے پچھلے بزرگوں کے طریقہ یعنی صبر و ہمت کو پوری طرح اختیار کرو۔

پہلے لوگوں میں غور و فکر کرو' وہ کہاں ہیں؟

ارشاد فرمایا:

ثم تفکروا عباد الله فی من کان قبلکم این کانوا امس واین هم الیوم؟

پھر اے اللہ کے بندو! ان لوگوں میں غور کرو جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ کل وہ کہاں تھے اور آج وہ کہاں ہیں؟

کہاں ہیں بادشاہ و سلاطین

فرمایا:

واین الملوک الذین اثاروا الارض وعمروها ؟

اور وہ بادشاہ و سلاطین کہاں ہیں جنہوں نے بنجر زمینوں میں حل چلوائے' ان کو آباد کیا یعنی قابل کاشت بنایا' یا نئے نئے شہر بنائے اور نئی نئی بستیاں آباد کیں؟

وہ خود بھی بھلا دیئے گئے اور ان کے تذکرے بھی

فرمایا:

قدنسوا ونسی ذکرهم فهم الیوم کلا شئ فتلك بیوتهم خاویة بما ظلموا وهم فی ظلمات القبور هل تحس منهم من احدٍ أو تسمع لهم رکزاً

(مریم: ۹۸)

بات یہ ہے کہ وہ بھلا دیئے گئے ہیں' ان کے قصے کہانیاں بھی نہ رہیں' وہ خود بھی بھلا دیئے گئے اور ان کے تذکرے بھی فراموش کر دیئے گئے' پس وہ لوگ آج ایسے گمنام ہیں کہ جیسے وہ دنیا پر آئے بھی نہ تھے اور وہ ہیں جنکے ویران اور اجڑے

ہوئے گھر اس وجہ سے کہ وہ لوگ ظلم کرنے والے تھے۔ اور وہی لوگ اب قبروں کی تاریکیوں اور ان کے اندھیروں میں پڑے ہوئے ہیں' پھر یہ آیت پڑھی۔
"ھل تحس منھم من احد اوْ تسمع لھم رکزاً" کیا تو کسی ان میں سے آہٹ پاتا ہے یا ان کی بھنک سنتا ہے۔

کہاں ہیں تمہارے دوست واحباب اور بھائی برادر

پھر فرمایا:

وأین من تعرفون من اصحابکم واخوتکم قد وردوا علی ما قدموا فحلوا الشقاوۃ والسعادۃ

اور کہاں گئے تمہارے ساتھی اور تمہارے وہ سب احباب اور تمہارے بھائی برادر ہاں وہ پہنچ چکے ہیں اپنے کئے ہوئے اعمال کے ٹھکانوں پر' ہاں! وہ پہنچ گئے ہیں بدبختی اور نیک بختی کے مقام پر

اللہ کی کسی کے ساتھ قرابت اور رشتہ داری نہیں' بھلائی اس کی اطاعت میں ہے

پھر فرمایا:

ان اللہ تعالٰی لیس بینہ وبین احدٍ من خلقہ نسب یعطیہ بہ خیراً ولا یصرف عنہ سوءا الا بطاعتہ واتباع امرہ

بیشک اللہ کی اپنی مخلوق میں سے کسی کیساتھ بھی کوئی قرابت اور رشتہ داری نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ اس کو کوئی بھلائی عطا کرے یا اسکی وجہ سے وہ اس سے برائی کو دور کرے' ہاں! جو بھی اسکی اطاعت کریگا' اسکے حکموں کی تعمیل کرے گا اسکو وہ بھلائی عطا کریگا' اور شر کو اس سے دور رکھے گا۔

سب سے بڑی خیر جس کے بعد کوئی خیر نہیں

سب سے بڑا شر جس کے بعد کوئی شر نہیں

پھر فرمایا:

وانہ لاخیر بخیر بعدہ النار ولا شر بشرٍ بعدہ الجنۃ اقول قولی ھذا واستغفر اللہ لی ولکم (حالات ومقامات صحابہ:۱۲۳تا۱۲۵/۱)

سب سے بڑی خیر جس کے بعد کوئی خیر نہیں' یہ ہے کہ آدمی دوزخ سے دور رہے اور سب سے بڑا شر جس کے بعد کوئی شر یعنی بدبختی نہیں' یہ ہے کہ آدمی جنت سے دور ہو جائے' میں کہتا ہوں (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) اپنی یہ بات پھر اللہ سے معافی چاہتا ہوں' اپنے گناہوں کے واسطے اور تمہارے گناہوں کے واسطے۔

کوئی بھلائی نہیں

ایک خطبہ میں آپ نے ارشاد فرمایا:

ولا خیرفی قولٍ لایراد بہ وجہ اللہ تعالیٰ' ولاخیر فی مالٍ لاینفق فی سبیل اللہ عزوجل' ولا خیر فیمن یغلب جھلہ حلمہ' ولا خیر فی من یخاف فی اللہ لومۃ لائمٍ۔ (حالات ومقالات صحابہ۱/۲۶)

(۱) اس کلام میں کوئی خیر نہیں جس میں اخلاص نہ ہو۔

(۲) اور اس مال میں کوئی خیر نہیں جو اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ نہ کیا جائے۔

(۳) اور اس آدمی میں کوئی بھلائی نہیں جس کی جہالت اس کے حلم اور بردباری پر غالب آجائے۔

(۴) اور اس آدمی میں کوئی بھلائی نہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس کے حکموں کے بجا لانے میں لوگوں کی ملامت کا خوف رکھتا ہو۔ اور لوگوں کی نظروں میں گر جانے کا اندیشہ رکھتا ہو۔

دنیا کے طوفانوں میں تیرنے والے کی خیر نہیں

حضرت عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مزاج پرسی کیلئے میں اس وقت گیا جب وہ آخری مرتبہ بیمار ہوئے' میں نے جب انہیں سلام کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

رایت الدنیا قد اقبلت" ولما تقبل وهی جائیة وتتخذون ستور الحریر ونضائد الدیناج وتألمون ضجائع الصوف الازری کان احدکم علی حسبك السحدان ووالله لئن یقدم احدکم فیضرب عنقه فی غیر حدٍ خیر له ان لیبنح فی غمرة الدنیا" (حالات ومقالات صحابہ:۱/۱۲۸۔۱۲۷)

میں نے دنیا کو دیکھا کہ وہ بڑے زور شور سے آئی لیکن اس کو قبول نہیں کیا گیا(عنقریب ایک زمانہ آئے گا)تم لوگ درودیوار پر ریشم کے پردے لٹکاؤ گے۔قیمتی کپڑوں کے تکیے بناؤ گے اور کھردرے اون کے بستروں سے ایسی تکلیف پاؤ گے جیسے تم سعدان یعنی کیکر وغیرہ کے کانٹوں پر پڑے ہو اور اللہ کی قسم!اگر تمہارا اپنا کوئی آدمی آوے اور ناحق کسی کی گردن مار دے تو اس کیلئے یعنی مقتول کیلئے یہ بہتر ہوگا۔ بہ نسبت اس کے کہ وہ دنیا کے گڑھے میں آرام سے سوتا رہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کے دلدل اور اس کے جنجال مین پھنسنے سے یہ زیادہ بہتر ہے کہ اس کو اس کا اپنا ہی کوئی آدمی قتل کردے اور وہ دنیا کی عیش وعشرت حاصل کئے بغیر آخرت کو سدھار جائے۔

اپنے جانشین کو وصیت

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو وصال سے پہلے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بطور خاص اپنے پاس بلایا اور ان کو مندرجہ ذیل نکات پر مشتمل وصیت کی۔

ہر کام وقت پر

(۱)ارشاد فرمایا:

اتق الله يا عمر و اعلم ان لله عزوجل عملاً بالنهار لايقبله بالليل وعملاً وبالليل لايقبله بالنهار

اے عمر! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیو' جان لے کہ اللہ کے واسطے کچھ عمل ایسے ہیں جو دن کے وقت خاص ہیں' اللہ تعالیٰ ان کو رات میں قبول نہیں کرتا اور کچھ عمل ایسے ہیں جو رات کیلئے خاص ہیں' انہیں وہ دن میں قبول نہیں کرتا۔

فرائض کے بغیر نوافل قبول نہیں

اور پھر ارشاد فرمایا:

(۲) "وانه لا يقبله نافلةً حتى تودى الفريضة"

اور یقیناً وہ نفلوں کو قبول نہیں کرے گا جب تک کہ فرض ادا نہ کئے جائیں۔

حق وصداقت کی پیروی کے سبب نیکیاں بھاری ہوں گی

(۳) "وانما ثقلت موازين من ثقلت موازينه يوم القيامة باتباعهم الحق فی الدنيا وثقيلةً وانما خفت موازين من خفت موازينه يوم القيامة باتباعهم الباطل فی الدنيا و خفته عليهم وحق الميزان ان يوضع فيه الباطل ان يكون خفيفاً"

اور یقیناً دنیا میں حق وصداقت کی پیروی کرنے کے سبب جس پر نیکیاں بھاری ہونگی وہی شخص بھاری عمل والا ہوگا اور اسکی نیکیاں قیامت کے دن بھاری ہونگی اور اللہ کے ترازو میں یہ خاصیت رکھ دی گئی ہے کہ کل کے دن اس کا وہی پلڑا بھاری ہوگا جس میں حق رکھا جائے گا اور یقیناً جس شخص کی نیکیاں تولیں اسکے باطل کی پیروی کرنے کی وجہ سے دنیا میں ہلکی ہوں گی' وہی شخص قیامت کے دن ہلکی تول والا ہوگا۔ اور ترازو کیلئے یہ بات خاص کر دی گئی یعنی اس میں یہ تاثیر رکھ دی گئی ہے کہ اس میں باطل خواہ کتنا بھی رکھا جائے' اس کا پلڑا ہلکا' اٹھا ہوا ہی رہے گا۔

میں اس قابل کہاں؟

(۴) وان الله تعالی ذکر اهل الجنة فذکرهم باحسن اعمالهم وتجاوز عن سیأتهم قلت انی لاخاف ان لا الحق بهم

اور بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کا جس جگہ بھی ذکر فرمایا تو ان لوگوں کی نیکیوں کا ذکر کیا اور اپنی طرف سے ان کے حق میں درگذر کرنے' ان کی خطاؤں کے بخش دینے کا ذکر کیا اور جب میں ان لوگوں کا ذکر کرتا ہوں تو میں اپنے گناہوں اور خطاؤں کو دیکھتے ہوئے نیز' اللہ کی شان بے نیازی پر نظر کرتے ہوئے یہ کہتا ہوں کہ میں اس قابل کہاں ہوں کہ ان لوگوں کے ساتھ جنت میں جاؤں' پھر میرے دل میں یہ خوف بھی آتا ہے کہ میں جنت والوں کے ساتھ شامل نہ ہوسکوں گا۔

ف:اس میں ان لوگوں کیلئے دعوت غور وفکر ہے جو اچھے عمل کرتے ہیں مگر جنت کی ٹکٹیں تقسیم کرنے کے مدعی ہیں' جتنا بڑا آدمی ہوتا ہے اتنا ہی اس کے دل میں خوف خدا اور عاجزی انکساری ہوتی ہے۔ (سندیلوی)

ایمان خوف وامید کے درمیان

(۵)"وان الله تعالیٰ ذکر اهل النار فذکرهم بالسوء اعمالهم ورد علیهم احسنه فاذا ذکر تهم قلت انی لا رجو ان له اکون مع هولاء لیکون العبد راغباً راهباً لایتمنی علی الله ولا یقنط من رحمته عزوجل"

اور اللہ تعالیٰ نے اہل جہنم کا جہاں بھی ذکر فرمایا ہے ان کے برے اعمال یعنی ان کے گناہوں کا بھی ذکر کیا' نیز ان کے اچھے اعمال کے مردود ہوجانے کا بھی ذکر کیا' پس جب میں ان لوگوں کو یاد کرتا ہوں تو میں کہتا ہوں کہ میں امید رکھتا ہوں کہ میں ان لوگوں یعنی اہل جہنم کے ساتھ نہیں رہوں گا۔ اللہ کے بندہ میں دونوں صفتیں رغبت ورہبت امید وبیم بھی موجود ہونی چاہییں یعنی اللہ کی رحمتوں کو دیکھتے ہوئے بخشش کی امید بھی رکھے اور اس کے قہر وجلال کو دیکھتے ہوئے اس سے ڈرتا بھی رہے۔

"ولا یتمنی علی اللّٰہ" اور نہ ہی اللہ عزوجل پر نرمی کی آرزو رکھے کہ گناہ کرتا رہے اور بخشش کی امید رکھے "ولا یقنط من رحمته عزوجل" اور نہ ہی اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس ہو بیٹھے

کہ اتنے گناہ کے بعد وہ کیا بخشے گا' بلکہ توبہ جلدی کرے' کیونکہ وہ غفور رحیم ہے۔

سب چیزوں سے عزیز موت

اور فرمایا:

وان انت حفظت وصیتی فلا یکن غائب احب الیك من الموت

(حالات ومقالات صحابہ ا/ ۱۲۸۔۱۲۷)

اگر تو نے میری اس وصیت (مذکورہ بالا) کو اپنے پیش نظر رکھا اور اسکی رہنمائی میں چلتا رہا اور اسکی حفاظت کی اور اس کو ضائع نہ ہونے دیا تو اس وقت نہ ہونے والی چیزوں میں موت تجھے سب سے زیادہ عزیز ہوگی اور حدیہ ہے کہ وہ تجھ پر ایک نہ ایک دن ضرور آنے والی ہے۔

سب چیزوں سے ناپسندیدہ چیز موت

(۴) وان انت ضیعت وصیتی فلایکن غائب ابغض الیك من الموت ولست بمعجزة۔ (حالات ومقالات صحابہ ا/ ۱۲۷'۱۲۸)

اور اگر تو نے میری وصیت کو ضائع اور فراموش کردیا اور اس کی رہنمائی سے تو آزاد ہوگیا تو جو جو چیزیں تیرے سامنے موجود ہیں۔ ان میں موت تیرے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز ہوگی اور حال یہ ہے کہ تو اس کو اس کے وقت سے پہلیکسی صورت میں ٹال نہ سکے گا۔ اور نہ اس سے بچ کر کہیں بھاگ سکے گا۔

خدایا! تو مجھے بہتر بنادے

جب لوگ آپ کی مدح کرتے تو آپ یوں فرماتے ''خدایا! تو میرا حال میری نسبت بہتر جانتا ہے اور میں اپنا حال ان کی نسبت بہتر جانتا ہوں' خدایا! تو مجھے بہتر بنادے' اس سے جو وہ گمان کرتے ہیں اور میرے وہ گناہ بخش دے جو ان کو معلوم نہیں اور جو وہ کہتے ہیں اس پر مجھے گرفت نہ کرے۔ (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ ص ۱۳۸ از علامہ محمد نور بخش توکلی)

ف: یہ ہے عاجزی اور اس کو کہتے ہیں نفس بے ریا۔ (سندیلوی)

کاش! میں تیری مانند ہوتا

(۱) آپ نے ایک پرندے کو درخت پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر فرمایا:

اے پرندے! خوش رہو! اللہ کی قسم! کاش! میں تیری مانند ہوتا کہ تو درخت پر بیٹھتا ہے' پھل کھاتا ہے' پھر اڑ جاتا ہے اور تجھ پر کوئی حساب وعذاب نہیں۔

کاش! میں بجائے انسان کے درخت ہوتا

(۲) اور فرمایا'' خدا کی قسم! کاش! میں بجائے انسان ہونے کے راستے کی طرف کا درخت ہوتا' کوئی اونٹ میرے پاس سے گزرتا' وہ پکڑ کر مجھے اپنے منہ میں ٹھونس لیتا' پھر چبا کر نگل جاتا بعد ازاں مینگنیوں کی شکل میں نکال دیتا۔ (ایضاً ص ۳۸)

خدایا مواخذہ نہ کرنا

جب آپ ایسا کھانا کھاتے جس میں شبہ ہوتا اور پھر آپ کو اس کا علم ہو جاتا' تو آپ اسے قے کر کے اپنے پیٹ سے نکال دیتے اور یوں دعا کرتے۔

خدایا! جو کچھ رگوں نے پی لیا اور انتڑیوں کے ساتھ مل گیا تو اس پر مجھے مواخذہ نہ کرنا۔

(ایضاً ص ۳۸)

جب بندے کو زینت دنیا پر ناز آتا ہے

فرمایا: جب بندے میں کسی زینت دنیا پر ناز آجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کو دشمن رکھتا ہے یہاں تک کہ وہ اس زینت کو چھوڑ دے۔ (ایضاً ص ۳۹)

خدا سے حیا کرو

فرماتے'' اے انسانوں کے گروہ! خدا سے حیا کرو۔ اس ذات کی قسم جسکے ہاتھ میں میری جان ہے! جب میں قضائے حاجت کے لئے جنگل میں جاتا ہوں تو خدا سے حیاء کے مارے اپنا سر

ڈھانپ لیتا ہوں۔ (ایضاً ص ۳۹)

اس نے مجھے ہلاکت کی جگہوں میں ڈالا

عن اسلم قال ان عمر دخل یوماً علی ابی بکر الصدیق وهو یجبذ لسانه فقال عمر مه غفر الله لك فقال له ابوبکر ان هذا اوردنی الموارد رواه مالك

(مشکوۃ ص ۴۱۵)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اپنی زبان کو ہاتھ سے پکڑے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اسی نے مجھے ہلاکت کی جگہوں میں ڈال دیا ہے۔ (ایضاً ۳۹)

لوگ چلے جائیں گے نیکی رہ جائے گی

آپ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اپنے ہمسایہ سے جھگڑ رہے تھے' آپ ان کے پاس سے گذرے تو فرمایا:

اپنے ہمسایہ سے نہ جھگڑو کیونکہ نیکی رہ جائے گی اور لوگ چلے جائیں گے۔

(ایضاً ص ۳۹)

ف: ان لوگوں کیلئے لمحہ فکریہ ہے جو مستحبات اور مباحات میں جھگڑتے رہتے ہیں اور فرائض و واجبات کی پرواہ نہیں کرتے۔ (سندیلوی)

لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا

جب آپ کی اونٹنی کی مہار گر پڑتی تو اسے بٹھا کر خود اٹھا لیتے' حاضرین عرض کرتے کہ آپ نے ہمیں کیوں نہ حکم دے دیا؟ آپ جواب دیتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ہے کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا۔ (ایضاً ص ۳۹)

ف: ان امراء و مقتدایان دین و دنیا کیلئے مشعل راہ ہے جو قریب پڑا ہوا جوتا پہننے' پاس رکھی ہوئی چادر اوڑھنے حتی کہ شلوار باندھنے کیلئے باوجود صحت مند اور تندرست ہونے کے مریدین و خدام کو حکم دیتے ہیں۔ (سندیلوی)

صبر کے ساتھ کوئی مصیبت نہیں ہے

آپ جب کسی کو صبر کی نصیحت کرتے تو فرماتے:
صبر کے ساتھ کوئی مصیبت نہیں اور بے صبری سے کوئی فائدہ نہیں' موت اپنے مابعد سے آسان اور ماقبل سے سخت ہے۔ (ایضاً ص ۳۹)

موت کا حریص بن، تجھے حیات ملے

جب آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مرتدین کی طرف جہاد کرنے کیلئے بھیجا تو فرمایا کہ:
موت کا حریص بن' تجھے حیات عطا ہوگی۔ (ایضاً ص ۳۹)

ذلیل ہو گئے

جب آپ کو خبر ملی کہ اہل فارس نے پرویز کی لڑکی کو اپنا حکمران بنالیا ہے تو فرمایا:
''وہ لوگ ذلیل ہو گئے جنہوں نے اپنی حکومت ایک عورت کے ہاتھ میں دے دی۔
ف: یہ اس پر دلیل ہے کہ اس قوم میں کوئی مرد حکومت کا اہل نہیں رہا' قوم میں حکومت کے اہل مردوں کا فقدان ہی اس کی ذلت و رسوائی ہے۔ (سندیلوی)

خدا کی طرف سے جاسوس

فرمایا: تجھ پر خدا کی طرف سے جاسوس مقرر ہیں جو تجھے دیکھتے ہیں۔ (ایضاً ص ۳۹)
ف: خدائی جاسوس انسانی جسم میں بھی ہیں اور خارج میں بھی' جسم میں تمام اعضاء انسانی اور خارج میں زمین و فضا۔ درخت۔ حجر اور ملائکہ وغیرہ سب خدائی جاسوس ہیں۔ جو انسانی حرکات و سکنات تک کو دیکھتے اور محفوظ رکھتے ہیں' ہر جاسوس اپنے طور پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہمارے اقوال' افعال' حرکات' وسکنات کی فلمیں بنا رہا ہے' قیامت کے دن وہ فلمیں چلا کر دکھا دی جائیں گی۔
(سندیلوی)

اللہ کا سب سے زیادہ فرمانبردار بندہ

فرمایا: لوگوں میں خدا کا سب سے زیادہ فرمانبردار بندہ وہ ہے جو گناہ کا سب سے زیادہ دشمن

ہے۔ (ایضاً ص ۳۹)

اللہ دیکھ رہا ہے

فرمایا: اللہ تعالیٰ تیرے باطن کا حال دیکھ رہا ہے جیسا کہ ظاہر کا حال دیکھ رہا ہے۔

(ایضاً ص ۴۰)

تدارک کر اور بچ

فرمایا: جب تجھ سے کوئی نیکی فوت ہو جائے۔ تو اس کا تدراک کر۔ اور اگر کوئی بدی تجھے آگھیرے تو تو اس سے بچ جا۔ (ایضاً ص ۴۰)

ستر (۷۰) حلال کو چھوڑ دیا

فرمایا: ہم ایک حرام میں پڑنے کے خوف سے ستر حلال چھوڑ دیا کرتے تھے۔

(ایضاً ص ۴۰)

ف: ہماری یہ حالت ہے کہ ایک حرام کو استعمال کرنے کیلئے ستر تاویلیں اس کے حلال ہونے کی کر لیتے ہیں۔ مزید ظلم یہ ہے کہ اپنے آپ کو ان نفوس قدسیہ سے زیادہ عقلمند سمجھتے ہیں۔

(سندیلوی)

شہوت اور صبر

فرمایا: شہوت کے سبب سے بادشاہ غلام بن جاتے ہیں اور صبر سے غلام بادشاہ بن جاتے ہیں، حضرت یوسف و زلیخا کے قصہ پر غور کرو۔ (ایضاً ص ۴۰)

سب سے کامل عقل

فرمایا: سب سے کامل عقل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اسکی اتباع اور اسکے غضب سے بچنا ہے۔ (ایضاً ص ۴۰)

تین نقصان دہ چیزیں

ارشاد فرمایا: تین چیزیں ہیں۔ جس شخص میں وہ ہوں گی اس کو نقصان دیں گی۔ نافرمانی،

عہد شکنی، مکر۔ (ایضاً ص ۴۰)

خدا کا برگزیدہ بندہ بنانے والی چار عادتیں

ارشاد فرمایا: جس شخص میں یہ چار عادتیں ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہے

(۱) توبہ کرنے والے سے خوش ہو

(۲) گنہگار کیلئے مغفرت طلب کرے

(۳) مصیبت زدہ کیلئے دعا کرے

(۴) احسان کرنے والے کی مدد کرے۔ (ایضاً ص ۴۱)

آخرت کی کامیابی کو دنیا کی کامیابی پر ترجیح دو

حضرت خالد بن ولید اور عیاض بن غنم رضی اللہ عنہما کے نام ایک مکتوب میں لکھا:

(۱) استعینوا بالله واتقوه وآثروا امر الآخرة على الدنيا يجمع الله لكم بطاعة الدنيا الى الآخرة

اللہ تعالیٰ سے مدد اور فتح کی دعا مانگو اور اس سے ڈرو، آخرت کی کامرانی کو، دنیا کی کامرانی پر ترجیح دو، خدا کے فرمانبردار ہوگئے تو وہ دنیا و آخرت دونوں میں بامراد رکھے گا۔

(۲) ولا تؤثروا الدنيا فتعجزو ويسلبكم الله بمعصيته الدنيا و الآخرة فيما اهون العباد على الله اذا عصوه۔ (الاکتفاء: ص ۳۵)

دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دو، ورنہ دنیا تمہیں زچ کردے گی خدا کے نافرمان ہوگے تو وہ دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی سے تم کو محروم کردے گا، کس قدر حقیر ہوجاتے ہیں بندے خدا کی نظر میں جب اس کی نافرمانی کرتے ہیں۔

خدا سے ڈرو!

عمرو بن العاص اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہما کی طرف ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

(۱) اتق الله في السر و العلانيه فانه من يتق الله يجعل له مخرجاو يرزقه

من حيث لا يحتسب ومن يتق الله يكفر عنهٗ سيآته ويعظم له اجرا فأن
تقوى الله خير ماتواصى به عباد الله

ہر کام میں خواہ کھلا ہو یا چھپا ہوا' اللہ تعالیٰ سے ڈرو! جو خدا سے ڈرتا ہے خدا اس کی مشکلات آسان کر دیتا ہے اور اس کو وہاں سے فائدہ پہنچاتا ہے جہاں اسکا وہم و گمان بھی نہیں جاتا' جو خدا سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی خطائیں معاف کرتا ہے اور اسکو عمدہ انعام عطا کرتا ہے۔ بلاشبہ انسان کیلئے بہترین کام یہ ہے کہ ایک دوسرے کو خوف خدا کی تلقین کرتے رہیں۔

فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی سے کام نہ لینا

انك فى سبيل الله لا يسحك فيه الادهان والتفريط ولا الغفلة عما فيه قوام دينكم وعصمة امركم فلاتن ولا تفتر (کنز العمال ۸/ ۳۰۷)

تم راہ خدا میں قدم اٹھانے والے ہو۔ اپنے فرائض کی انجام دہی میں ڈھیل یا کوتاہی سے کام نہ لینا اور ایسے کسی کام میں غفلت نہ دکھانا جس سے تمہارے دین کا مفاد یا تمہارے اقتدار کی بقا وابستہ ہو' دوبارہ تاکید کرتا ہوں کہ کوتاہی اور سہل انگاری سے کام نہ لینا۔

فتح کی مدار قلت و کثرت پر نہیں

شام کی جنگ میں دشمن کے لشکر کی تعداد دو لاکھ تھی اور مسلمان ۲۷ یا ۲۸ ہزار یا دوسری روایت میں ۴۶ ہزار تھے' رومیوں کی اتنی بڑی فوج اور ان کے دم خم اور ساز و سامان کی خبروں نے مسلمانوں کے حوصلے پست کر دیئے' حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے دربار خلافت میں صورت حال کی اطلاع دی اور مرکز سے رسد طلب کی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا:

سلام عليك اما بعد! فقد جاء نى كتابك تذكر ماجمعت الروم من الجروع وان الله لم ينصرنا مع نبيه بكثرة جنودهٗ وقد كنا نغزو مع رسول الله ﷺ وما معنا الا فرسان وان نحن الا نتعاقب الابل و كنا يوم احد مع

رسول الله ﷺ یر کبه ولقد کان یظهرنا ویعیننا علی من خالفنا واعلم یاعمرو ان اطوع الناس لله اشدهم بغضا للمعاصی فاطمع الله ومر اصحابك بطاعته (کنزالعمال ج۲ص۱۳۵حیدرآباد)

سلام علیک! تمہارا خط آیا جس میں رومیوں کی بڑی فوج کا ذکر کیا ہے' واضح ہو کہ خدا نے ہم کو اپنے نبی ﷺ کے ساتھ بڑے لشکروں کے ذریعہ فتح عطا نہیں کی۔ ہم رسول اللہ ﷺ کیساتھ لڑنے جاتے تو بس دو گھوڑے ہمارے ساتھ ہوتے وہ اور اتنے کم تھے کہ باری باری ہم ان پر سوار ہوتے۔ جنگ احد میں ہمارے پاس صرف ایک گھوڑا تھا جس پر رسول اللہ ﷺ سوار تھے اسکے باوجود خدا ہماری مدد فرماتا اور ہمیں دشمنوں پر فتح عطا فرماتا' خوب یاد رکھو' عمرو! اللہ کا سب سے زیادہ فرمانبردار بندہ وہ ہے جو سب سے زیادہ گناہوں سے دور رہے۔
بس تم خدا کے حکم کی تعمیل کرو (یعنی صبر و پامردی سے جہاد کرو) اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس حکم پر عمل کرنے کی تاکید کرو"۔

استقامت

قیصر روم کی جنگی تیاریوں کے متعلق حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے مرکز کو اطلاع دی کہ ہرقل نے اپنی بیرون شام قلم رو سے بھی فوجیں بلالی ہیں۔ جو بڑی تعداد اور پورے ساز و سامان سے آرہی ہیں۔اب بتایئے آپ کا کیا حکم ہے؟ دربار خلافت سے یہ جواب آیا۔

حضرت ابوعبیدہ کے خط کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہار خط ملا! شاہ روم کی فوجی تیاریوں کا حال معلوم ہوا۔ اس کے انطا کیہ میں قیام پذیر ہونے کے معنی ہیں کہ وہ اور اس کی فوجیں شکست کھائیں گی۔ اور تم اور مسلمان اللہ کے فضل سے فتح حاصل کرو گے' تم نے یہ جو لکھا ہے کہ تم سے لڑنے کیلئے وہ اپنی ساری قلمرو سے فوجیں جمع کر رہا ہے تو یہ ایسی بات ہے کہ جس کے رونما ہونے کا ہمیں اور تمہیں پہلے سے علم تھا۔

کوئی قوم اپنا اقتدار اور ملک بغیر لڑے نہیں چھوڑا کرتی

تمہیں خوب معلوم ہے کہ بہت سے مسلمان پہلے ان سے لڑ چکے ہیں جن کو موت اتنی پیاری تھی جتنی ان کے دشمن کو زندگی' جو جان کی قربانی دے کر اللہ سے "اجر عظیم" کے طالب تھے۔ جو جہاد فی سبیل اللہ کو اپنی باکرہ بیویوں اور بڑھیا اونٹنیوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے' جن کا ایک مرد جنگ میں مشرکوں کے ہزار آدمیوں سے بہتر تھا۔ ان جانثاروں کی مثال سامنے رکھ کر اپنی فوج سے ان کا مقابلہ کرو

تعداد کی کمی سے نہ گھبراؤ' اللہ تمہارے ساتھ ہے

پھر انشاء اللہ میں تمہارے پاس اتنی رسد بھیجوں گا جس سے تم مطمئن ہو جاؤ گے اور جس سے زیادہ کی تم کو خواہش نہ رہے۔ والسلام علیک۔ (فتوح الشام ازدی ص ۲۴'۲۵)

یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے نام

حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما شام کے مورچہ پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پہلے سالار تھے۔ انہوں نے مرکز کو جو رپورٹ بھیجی' اس میں لکھا تھا۔

> شاہ روم کو ہماری چڑھائی کی جب خبر ہوئی تو خدا نے ان کے دل میں ایسا رعب ڈالا کہ وہ (فلسطین چھوڑ کر) انطاکیہ چلا گیا۔ اس نے اپنی فوج کے رومی سالاروں کو شام کے مرکزی شہروں پر کمانڈر مقرر کیا ہے اور ان کو ہم سے لڑنے کا حکم دیا ہے۔ وہ لڑائی کیلئے تیار ہو گئے ہیں' شام کے ان رئیسوں نے جن سے ہم نے معاہدے کئے ہیں' خبر دی ہے کہ ہرقل نے اپنی بیرون شام قلمرو سے بھی فوجیں بلائی ہیں جو بڑی تعداد اور پورے ساز و سامان سے آ رہی ہیں' اب بتائیے کہ آپ کا کیا حکم ہے' اپنی رائے سے بہت جلد مطلع کیجئے' تاکہ ہم اس کے مطابق عمل کریں۔ (فتوح الشام ازدی: ص ۲۵)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہارا خط ملا جس میں تم نے لکھا ہے کہ شاہ روم کے دل میں مسلمان فوجوں کی ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ (فلسطین، دمشق اور حمص سے بھاگتا ہوا) انطاکیہ چلا گیا۔

جب ہم رسول اللہ کے ساتھ تھے

تو اللہ تعالیٰ نے جس کے ہم سپاس گزار ہیں ایک طرف مشرکوں کے دلوں میں رعب ڈال کر اور دوسری طرف ملائکہ کرام بھیج کر ہماری مدد فرمائی، جس دین کے قیام کیلئے اللہ نے رعب و ہیبت سے کل ہماری مدد کی۔ اسی دین کی آج بھی ہم دعوت دے رہے ہیں۔

اللہ مسلمانوں کا انجام مجرموں کا سا نہیں کرے گا

اور جو لوگ کہتے ہیں ''سوائے (اللہ) واحد کے کوئی دوسرا معبود نہیں'' ان کا مقدر ان لوگوں سا نہیں ہوسکتا جو اللہ کے ساتھ دوسرے خداؤں کی عبادت کرتے ہیں اور کئی کئی خداؤں کے قائل ہیں۔

جب تم شاہ روم کی فوج سے مقابل ہو

اور خوب لڑنا' اللہ ہرگز تمہاری مدد سے ہاتھ نہیں اٹھائے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہم کو خبر دی ہے کہ چھوٹی فوج اس کے کرم سے بڑی فوج پر غالب آجاتی ہے۔

بہر حال! میں تمہارے پاس پے در پے رسد بھیجوں گا اتنی کہ تمہاری ضرورت رفع ہوجائے گی اور تم فرد واحد تک کی کمی محسوس نہیں کرو گے۔ انشاء اللہ والسلام علیک ورحمۃ اللہ

(فتوح الشام ص ۲۶)

فاتحین کیلئے ضابطہ اخلاق

اپنے پہلے سالار شام یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو مدینہ منورہ سے روانہ کرتے وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمایا:

(۱) یزید! میری ہدایت ہے کہ خدا سے ڈرتے رہنا' اس کی اطاعت کرنا اور اس کی رضا کو ہر دوسری رضا پر ترجیح دینا۔

(۲) دشمن سے جنگ میں اللہ تم کو فتح نصیب کرے تو

(الف) کسی کے گلے میں لوہے کا طوق یا پیروں میں بیڑیاں نہ ڈالنا

(ب) کسی کا مثلہ نہ کرنا

(ج) نہ دشمن سے دھوکہ اور بے وفائی کرنا

(ح) (لڑائی میں) بزدلی نہ دکھانا

(د) نہ بچوں کو مارنا' نہ بوڑھوں اور عورتوں کو

(ر) کسی پھلدار درخت کو نہ کاٹنا اور نہ کھجور کے درختوں کو برباد کرنا

(ز) کسی جانور کی کونچیں نہ کاٹنا' الا یہ کہ اس کا گوشت کھانے کیلئے ایسا کرنا پڑے

(س) تمہارا گذر ایسے لوگوں سے ہوگا جو خانقاہوں میں راہبانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ جو کہیں گے ہم نے اپنی زندگی خدا کی عبادت کیلئے وقف کردی ہے' ان سے تعرض نہ کرنا

(ص) اور ایسے لوگ بھی تمہیں ملیں گے جن کے سر کے درمیان شیطان نے مانگ نکالی ہوگی۔ اگر وہ اسلام لانے سے انکار کریں یا جزیہ دے کر اسلام کی ماتحتی قبول نہ کریں تو تم ان کی مانگوں پر تلواریں مارنا۔

اور یاد رہے

اللہ ضرور مدد کرتا ہے

(ک) تم شام میں میرے پہلے سالار ہو' میں نے تم کو بہت سے معزز مسلمانوں کا حاکم بنایا ہے۔ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا' ان کے حقوق و آبرو کی حفاظت کرنا' ان کے ساتھ نرمی اور رواداری سے پیش آنا اور اپنے معاملات میں ان سے مشورہ کرنا۔

(فتوح الشام ص ۸)

ساتھیوں سے اچھا برتاؤ

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ شام کی طرف کوچ کی تیاری کر چکے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان سے ملنے تشریف لائے اور ارشاد فرمایا:

میری باتیں ہوش سے سنو! تمہاری فوج میں بہت سے معزز، خاندانی اور صالح لوگ ہیں اور ایسے شہسوار ہیں جو اسلام سے پہلے ننگ و ناموس کی خاطر لڑتے تھے اور آج سچی لگن سے انعام ایزدی کیلئے لڑنے جارہے ہیں، ان سب اور دوسرے ساتھیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا حق و انصاف کے معاملہ میں سب لوگ تمہاری نظر میں برابر ہوں۔ (فتوح الشام ص ۸)

ابوعبیدہ بن جراح سالار لشکر کے نام

حضرت ابوعبیدہ بن جراح سالار لشکر کو لکھا۔

''تمہارے ساتھ ایک بڑا معزز آدمی ہے، عربوں کا ایک بڑا شہ سوار جس کی رائے اور بہادری سے مسلمان نہ تو جنگ اور نہ جنگی معاملات میں بے نیاز ہوسکتے ہیں۔ اس کو اپنا مقرب بنائے رکھنا، اور لطف و کرم سے اس کے ساتھ پیش آنا، اس پر ظاہر کرنا کہ وہ تمہارے لئے ضروری ہے اور تم ہر طرح اس کے قدر دان ہو۔ یہ رویہ رکھو گے تو وہ تمہارا خیراندیش رہے گا، اور تمہارے دشمن سے پوری کوشش اور لگن سے لڑے گا۔ (فتوح الشام ص ۲۱)

محکوم کا حاکم سے تعلق

مذکورہ بالا مکتوب میں جس شخص کے بارے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو آپ نے ہدایات دیں قیس بن ہبیرہ ہے جو اسود عنسی کے کمانڈران چیف رہ چکے تھے۔ اور کئی یمنی قبیلے ان کے زیر اثر تھے۔ جنگ کا بڑا تجربہ اور جنگی معاملات میں گہری سوچ رکھتے تھے۔ ایک بڑی جمعیت کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت پر شام میں لڑنے کی غرض سے مدینہ منورہ آگئے تھے۔

اب سنیئے! قیس بن ہبیرہ کو کس طرح طاعت امیر کا ارشاد فرمایا؟

''تم کو ابوعبیدہ کے ساتھ جن کا لقب ''امین'' ہے' بھیج رہا ہوں۔ جن کی شان ہے کہ ظلم سہتے ہیں لیکن خود ظلم نہیں کرتے' ان سے کوئی برا سلوک کرتا ہے تو وہ معاف کردیتے ہیں۔ اگر کوئی تعلق توڑتا ہے تو وہ جوڑ دیتے ہیں۔ مسلمانوں پر مہربان ہیں کافروں پر نہایت سخت ہیں۔

ان کے حکم سے سرتابی یا ان کی رائے سے انحراف نہ کرنا' وہ تمہیں ایسا حکم نہ دیں گے جس میں خیر اور بھلائی نہ ہو۔ میں نے ان کو تاکید کردی ہے کہ تمہاری بات سنیں اور تمہارے مشورہ پر عمل کریں' تم ان کو جو رائے بھی دو' اس میں اللہ کا خوف ضرور ملحوظ ہو۔ عہد جاہلیت میں جب گناہ کا دور دورہ تھا' ہم سنتے تھے کہ تم ایک معزز' بہادر اور تجربہ کار سردار ہو۔ اب تم اپنی شجاعت ولیاقت کو اسلام کی سربلندی کے لئے مشرکوں کے خلاف صرف کردو' اس خدمت کا خدا بڑا انعام دے گا۔

(فتوح الشام ازدی ص ۲۱)

خیر خواہی کی بات ماتحت کرے تو اس کو قبول کرنا چاہیے

خالد بن سعید بن عاص کو شام رخصت کرتے وقت فرمایا: ''تم نے میری رہنمائی کیلئے بہت اچھی نصیحتیں کیں جو میں نے گرہ میں باندھ لی ہیں''

چند کاربند ہدایات

اس کے بعد فرمایا: اب میں تمہیں کچھ ہدایات کرتا ہوں' غور سے سنو اور ان پر کاربند رہو۔ تم اسلام کے پرانے شیدائی اور کارکن ہو اور اس حیثیت سے تمہارا مرتبہ بلند ہے' لوگ تمہاری طرف دیکھتے ہیں اور تمہارے مشورہ پر عمل کرتے ہیں۔ تم شام میں جہاد کرنے جس کا انعام اللہ کی میزان میں بہت ہے' جارہے ہو۔ اور مجھے امید ہے کہ تم نے سچے دل سے خدا کی خوشنودی اور اس کے انعام کی خاطر جان دینے کا ارادہ کرلیا ہے۔

تمہاری سیرت ایسی ہونی چاہیے

کہ ''عالم دین'' دین پر ثابت قدم رہیں۔

اور ''جاہل'' دین سے دل چسپی لے کر اچھے پیرو بن جائیں۔

فساد پھیلانے والے دانوں کو ڈانٹ ڈپٹ میں رکھنا' عام مسلمانوں کی خیر خواہی کرتے رہنا' سپہ سالار کو ایسے مشورے دینا جن سے حق کا بول بالا اور مسلمانوں کا بھلا ہو۔

تمہارا ہر کام اللہ کی خوشنودی کیلئے ہو

اور اس احساس سے گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو خود کو مردوں میں شمار کرلو۔ ہم سب عنقریب مریں گے اور پھر دوبارہ جلائے (زندہ) جائیں گے اور ہمارے اعمال کا محاسبہ ہوگا۔ خدا ہمیں اور تمہیں توفیق دے کہ اس کی نعمتوں کا گن گائیں اور اس کی سزا سے ڈرتے رہیں۔

(فتوح الشام ازدی: ص ۱۸)

عطائے مناصب بہتر صلاحیت پر

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو افواج شام کی سپہ سالاری سے معزول کر کے حضرت خالد بن ولید کو اس عہدہ پر مقرر کرنے کا ارادہ کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کی مخالفت کی' اس مخالفت کا سبب یہ تھا کہ حضرت خالد بن ولید بن ولید رضی اللہ عنہ نو مسلم تھے اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ بات گوارہ نہ تھی کہ ایک نو آزمودہ مسلم کو ایک پرانے اور اسلام کی ابتدائی آزمائشوں میں ثابت قدم رہنے والے صحابی اور پختہ کار مجاہد پر فوقیت حاصل ہو۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بات بہت کم ٹالتے تھے۔ خالد رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں ان سے اتفاق رائے نہ کر سکے۔ ان کے سامنے اس وقت نئے یا پرانے مسلمان کا مسئلہ نہ تھا۔ نہ زیادہ اور کم خدمات کا' نہ سیرت کے اعتبار سے بڑھیا گھٹیا کا' انہوں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو صرف اس اعتبار سے ترجیح دی کہ وہ ایک طرف لڑائی کے فن اور لڑائی کے تجربے میں دوسرے سالاروں سے گونا سبقت لے گئے تھے۔ اور دوسری طرف خود اعتمادی کے زیور سے زیادہ آراستہ تھے' ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو معزول کے فرمان کا مضمون یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واضح ہو کہ میں نے شام میں رومیوں سے لڑائی کی کمان اعلیٰ خالد بن ولید کو دے

دی ہے۔تم ان کی مخالفت نہ کرنا۔ ان کی بات ماننا اور ان کی رائے پر عمل کرنا۔ میں نے یہ جانتے ہوئے کہا تم خالد رضی اللہ عنہ سے بہتر ہو ان کو تمہارا افسر اعلیٰ بنا دیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ان کو جنگی معاملات کی تم سے زیادہ سمجھ بوجھ ہے۔ اللہ سے یہ دعا ہے کہ ہمیں اور تمہیں سیدھے راستے پر گامزن رکھے والسلام علیك و رحمة الله" (فتوح الشام ص ۷۴)

بڑوں کا احترام

ربیع الاول ۱۳ھ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنا عہدہ سنبھالے عراق سے شام روانہ ہوئے۔ عراق سے نکل کر سرحد شام میں جب داخل ہوئے تو انہوں نے ایک مراسلہ شام کے مسلمانوں کو اور دوسرا ابو عبیدہ بن جراح کو بھیجا' مسلمانوں کو یہ مراسلہ لکھا۔

میں آپ کا سالار اعلیٰ مقرر کیا گیا ہوں۔ اور بہت جلد آپ سے آملوں گا' حاضر جمع رکھیے اور بالکل نہ گھبرائیے' خدا کا وعدہ عنقریب پورا ہونے والا ہے' حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نو مسلم تھے یعنی فتح مکہ ۸ھ سے کچھ پہلے مسلمان ہوئے' اس کے برخلاف حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ مہاجرین اولین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز ترین ساتھیوں میں سے تھے۔ ان کی خدمات جنگ اور امن دونوں میں شاندار تھیں۔ عادات و اطوار پسندیدہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں ان کو خاص امتیاز حاصل تھا' حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ان کا احترام کرتے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اس خیال سے غیرت سی آئی کہ وہ افسر اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ جیسی بھاری بھرکم شخصیت کے صحابی ان کے ماتحت ہوں۔ اس احساس کی وجہ سے انہوں نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو یہ پر انکسار اور معذرت بھرا خط لکھا:

عہدہ کی درخواست نہ خواہش

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا خط یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں خالد بن ولید کی طرف سے السلام علیک'

میں اس معبود کا سپاس گزار ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' خدا سے التجا ہے کہ خوف (قیامت) کے دن مجھے اور آپ کو دوزخ کی سزا سے امان میں رکھے اور دنیا میں آزمائشوں اور مصیبتوں سے خلیفہ رسول اللہ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کا فرمان موصول ہوا۔ جس میں انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ شام جا کر وہاں کی فوجوں کی کمان اپنے ہاتھ میں لوں۔ بخدا! میں نے نہ تو اس عہدہ کی درخواست کی' نہ اس کی خواہش اور نہ ان سے اس باب میں کوئی خط و کتابت کی آپ پر خدا کی رحمت ہو (میرے سالار اعلیٰ ہونے کے باوجود) آپ کی حیثیت وہی رہے گی جو تھی۔

آپ کے کسی حکم کو ٹالا نہ جائے گا' نہ آپ کی رائے اور مشورہ کو نظر انداز کیا جائے گا اور نہ آپ کی صلاح کے بغیر کوئی فیصلہ ہوگا۔ آپ مسلمانوں کی ایک برگزیدہ شخصیت ہیں۔ نہ تو آپ کے فضل سے انکار کیا جا سکتا ہے اور نہ آپ کی رائے سے بے پرواہی برتنا ممکن ہے' خدا سے دعا ہے کہ اپنی مہربانیوں کو پایہ تکمیل تک پہنچا دے اور مجھے اور آپ کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ علیہ (فتوح الشام ازدی: ص ۶۲)

سرکاری خدمات کا اہل

عمان' یمن' وغیرہ میں جب ردت کی وباء دور ہوئی اور اسلام کا اقتدار دوبارہ قائم ہو گیا تو ان علاقوں میں سرکاری عہدوں اور انتظام کیلئے عملہ کی ضرورت پڑی اور یہ سوال پیدا ہوا کہ کس کو قبائلی نمائندگی اور سرکاری خدمت سونپی جائے اور کس کو نہیں' تو اس سلسلہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک عام پالیسی وضع کی اور ذیل کا مراسلہ سارے سالاران زدہ کو بھیجا۔

سرکاری خدمت کے لئے میں ان لوگوں کو سب سے زیادہ مناسب سمجھتا ہوں جو نہ تو خود مرتد ہوئے ہوں اور نہ ان کا تعلق ایسے لوگوں سے ہوا، جو اسلام سے منحرف ہوئے ہوں۔ آپ سب اسی اصول پر عمل کیجئے اور بس ان ہی لوگوں کو مقرب بنایئے اور عہدے دیجئے۔ فوج کے جو مسلمان وطن لوٹنا چاہیں ان کو اس کی اجازت دیجئے اور جو عرب مرتد رہ چکے ہوں' ان سے دشمن کی لڑائی میں مدد نہ لیجئے۔ (طبری ۲/۲۷۶)

سرکاری عہدہ داروں اور سپہ سالاروں کی تربیت

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سرکاری عہدہ داروں' فوجی افسروں اور عوام الناس سب کی تربیت کرتے رہتے تھے' کسی بھی حالت میں اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے تھے جس میں جو خامی ہوتی اس کی نشان دہی کے ساتھ ساتھ اس کے اوصاف بھی بیان کر دیتے۔ یہ بات سابق خطبوں سے واضح رہے۔

مسیلمہ کذاب کے جانبازوں نے مسلمانوں کی صفیں الٹ دیں' حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ شکست کھا کر بھاگ پڑے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب اس حادثہ کی خبر ہوئی تو ان کو سخت غصہ آیا اور انہوں نے عکرمہ رضی اللہ عنہ کو یہ پرعتاب خط لکھا۔

''مادر عکرمہ رضی اللہ عنہ کے فرزند! (اس شکست کے بعد) میں ہرگز تمہاری صورت نہیں دیکھوں گا اور نہ تم میری دیکھو گے۔ یہاں لوٹ کر مت آنا' ورنہ لوگوں کے حوصلے پست ہوں گے۔ سیدھے حذیفہ رضی اللہ عنہ اور عرفجہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے جاؤ اور ان کے ساتھ عمان اور مہرہ کے مرتد عربوں سے لڑو' اگر وہ جنگ میں مشغول ہو چکے ہوں تو تم آگے بڑھ جانا اور جن جن قبیلوں سے گزرو ان کو ارتداد سے توبہ کرا کے دائرہ اسلام میں داخل کرتے جانا' حتی کہ تم اور مہاجرین امیہ یمن اور حضرموت ایک دوسرے سے مل جاؤ۔ (سیف بن عمر طبری ۳/۲۴۳)

بعض راویوں نے خط کا مضمون یہ لکھا ہے:

> استادی جانتے نہیں' شاگردی سے گھبراتے ہو۔ جس دن مجھے ملو گے دیکھو کیسا مزا چکھاتا ہوں' تم اس وقت تک کیوں نہ لڑے کہ شرحبیل رضی اللہ عنہ آ جاتے اور ان کی مدد اور تعاون سے جنگ کرتے' اب حذیفہ کے پاس جاؤ اور ان کو مدد پہنچاؤ۔ اگر ان کو تمہاری پشت پناہی کی ضرورت نہ ہو تو یمن اور حضرموت چلے جاؤ اور مہاجرین امیہ کی مدد کرو۔ (ناسخ التواریخ' از محمد تقی' بمبئی ۲/۸۷)

گستاخ رسول کی سزا

ایک مرتبہ دو گانے والیاں لائی گئیں۔ ایک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی کے اشعار گائے اور دوسری نے مسلمانوں کی مذمت میں۔ مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ نے پہلی کا ہاتھ کٹوا دیا

اور سامنے کے دانت اکھڑوا دیئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے یہ خط بھیجا۔

للبغی الذی سرت به فی المراة التی تخنت وز برت بشتیمة رسول الله ﷺ فلولا ماقد سبقتنی فیها لامرتك بقتلها' لان حد الانبیاء لیس یشبه الحدود' فمن تعاطی ذلك من مسلم فهو مرتد او معاهد فهو محارب غادر

(الطبری عن سیف بن عمر ۳/ ۳۷۷' کنز العمال ۳/ ۱۲۱)

مجھے اس سزا کا علم ہوا جو تم نے رسول اللہ ﷺ کی برائی میں شعر گانے والی عورت کو دی ہے' اگر تم یہ سزا نہ دے چکے ہوتے تو میں یقیناً تمہیں اس کے قتل کا حکم دیتا۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے خلاف کے جرم کی سزا عام لوگوں کے خلاف جرم کی سزا کے برابر نہیں ہے۔ اگر کوئی مسلمان نبی کی توہین و تنقیص کرے گا۔ تو اس کو مرتد کی سزا دی جائے گی اور اگر کوئی معاہد ایسا کرے تو اس کے معنی ہونگے کہ اس نے عہد توڑ دیا اور مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔

(سیف بن عمر طبری ۳/ ۳۷۷)

مثلہ کی سزا نہ دو' مثلہ سنگین گناہ ہے

جس مغنیہ نے مسلمانوں کی مذمت میں شعر گائے تھے مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ نے اس کو بھی وہی سزا دی جو رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں شعر گانے والی کو دی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہوا تو آپ مہاجر رضی اللہ عنہ پر سخت ناراض ہوئے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کی بے حرمتی کی سخت سے سخت سزا دینے کو تیار تھے' لیکن مسلمانوں کی بے حرمتی کرنے والے کو سخت جسمانی سزا دینا یا مثلہ کرنا ان کی نظر میں ظلم عظیم اور انسانیت سے گرا فعل تھا۔ چنانچہ انہوں نے مہاجر رضی اللہ عنہ کو یہ مراسلہ بھیجا جس میں نصیحت اور عتاب دونوں کی آمیزش ہے۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے اس عورت کا ہاتھ کٹوا دیا اور اس کے اگلے دانت اکھڑوا دیئے جس نے مسلمانوں کی ہجو میں شعر گائے تھے۔ صحیح طریق کار یہ تھا کہ اگر ہجو کرنے والی مسلمان ہوتی تو اس کو ڈانٹ پھٹکار دیا جاتا۔ اور مثلہ کی سزا نہ دی جاتی اور اگر ذمیہ ہوتی تو میری جان کی قسم! تم جب اس کے شرک جیسے جرم عظیم پر چشم پوشی کر چکے تو ہجو تو اس کے مقابلے میں معمولی بات

ہے۔ اگر میں ہجو کی سزا کے بارے میں تم کو پہلے ہدایت کر چکا ہوتا (اور پھر بھی تم وہ سزا دیتے جو تم نے دی) تو تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا۔

بردباری اور نرم مزاجی اختیار کرو'

مثلہ سنگین گناہ ہے اور اسلام سے منحرف کرنے والا تشدد' صرف ''عضوی قصاص'' کے طور پر مثلہ کی سزا دی جا سکتی ہے۔ (سیف بن عمر طبری ۳/ ۲۷۷)

تقسیم وظائف میں برابری کا اصول

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس جب بحرین کا مال آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کو کچھ دینے کا وعدہ فرما رکھا تھا۔ آپ نے انہیں ادا کرنے کے بعد بقیہ مال و دولت لوگوں میں برابر تقسیم کر دیا۔ اس تقسیم میں آپ نے چھوٹے اور بڑے آزاد و غلام اور مرد و عورت سب کو برابر حصہ دیا۔

فقسمها بين الناس بالسوية على الصغير والكبير والحر والمملوك والذكر والانثنى۔ (کتاب الخراج از امام ابو یوسف ۴۵)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میرے والد نے اپنی خلافت کے پہلے سال غنیمت تقسیم کی' انہوں نے آزاد کو بھی دس درہم دیئے' غلام کو بھی عورت اور اس کی باندی کو بھی درہم دیئے' دوسرے سال غنیمت تقسیم کی تو بیس بیس درہم دیئے۔ (طبقات ابن سعد ۳/ ۴۵' ۶۲)

فضلیت واولیت کا مسئلہ مجھے سمجھاتے ہو

اس تقسیم پر بعض مسلمانوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ ان میں حضرت فاروق اعظم جیسے جلیل القدر اور عظیم دماغ کے مالک بھی تھے۔

يا خليفة رسول الله ' انك قسمت هذا المال فسويت بين الناس و من الناس انا من فهم فضل سوابق و قدم فلو فضلت اصل السوابق القدم والفضل بفضلهم (طبقات ابن سعد ۳/ ۴۵)

اے رسول اللہ کے خلیفہ! آپ نے یہ مال سب لوگوں میں برابر تقسیم کر دیا۔

حالانکہ لوگوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں فضیلت اوّلیت اور اولیت کا شرف حاصل ہے۔ بہتر ہوتا کہ آپ اہل سبقت و اولیت اور فضیلت کو ان کی فضیلت کے سبب دوسروں پر ترجیح دیتے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا:

واما ما ذکر تم من السوابق والقدم والفضل فما عرفنی بذلك وانما ذلك شئی ثوابه علی الله جل ثناءہ وهذا معاش فالاسوة فیه خیرة من الا ثرہ"

(طبقات ابن سعد ۳/۴۵)

آپ لوگ جس سبقت، اولیت اور فضیلت کا ذکر کر رہے ہیں۔ میں انسے (معاشی نقطہ نظر سے کوئی اہمیت نہیں دیتا) فضیلت اور اولیت کا مسئلہ مجھے سمجھاتے ہو، فضیلت و اولیت وغیرہ ایسی چیز ہے جس کا ثواب اللہ جل ثناءہ کے پاس ہے اور "یہ زیر بحث" مسئلہ معاش کا ہے اس میں ترجیح کی بجائے برابری کے اصول پر عمل ہوگا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے معاش اور وظائف کے مسئلہ میں تقوی اور پرہیزگاری، سابق الاسلام، شجاعت اور بہادری، اسلام کیلئے قربانیوں، حسب ونسب، قوت وضعف کو معیار نہ بنا کر واضح کر دیا کہ دولت وعہدہ اور تعلیمی اخراجات، اعلی و ادنی ڈگریاں بدرجہ اولی تنخواہوں میں کمی زیادتی کا معیار نہیں بن سکتی۔ ملک اسی وقت ترقی کر سکتا ہے۔ معاشرے سے انارگی اور بے چینی اسی وقت ختم ہو سکتی ہے، جب تمام سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں کمی زیادتی ختم کر کے مساوات محمدی و صدیقی پر عمل کیا جائے

کرو قائم محمدی نظم معیشت
اسی سے ملے گی معاشی ضمانت
مٹیں گے فساد و عناد اور عداوت
بڑھے گی مروت محبت اخوت

حیات صدیق رضی اللہ عنہ بزبان علی المرتضی کرم اللہ وجہہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رحلت کی خبر ملی تو فوراً انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے مکان سے نکلے اور فرمایا:

الیوم انقطعت خلافة النبوة

آج نبوت کی خلافت کا خاتمہ ہو گیا ہے

پھر جس مکان میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وجود شریف تھا۔ اس کے دروازے پر کھڑے ہو کر مندرجہ ذیل خطبہ ارشاد فرمایا جو فصاحت و بلاغت کا بے مثل نمونہ ہونے کے علاوہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ کا نہایت حسین وجمیل اور ایمان افروز مرقع بھی ہے۔

- یرحمك الله یا ابابکر!

  اے ابوبکر! اللہ تم پر رحم کرے

- کنت الف رسول الله ﷺ وانسه و مستراحه و ثقته و موضع سره و مشاورته

  تم رسول اللہ ﷺ کے محبوب، مونس، راحت، معتمد اور انکے محرم راز مشیر تھے۔

- کنت اول القوم اسلاما

  تم سب سے پہلے ایمان لائے۔

- واخلصهم ایمانا

  سب سے زیادہ مخلص مومن تھے۔

- واشدهم یقینا

  تمہارا یقین سب سے زیادہ مضبوط تھا۔

- واخوفهم لله

  تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے۔

- واعظمهم عناء فی دین الله

  اور دین کے معاملے میں سب سے زیادہ تکلیف اٹھانے والے۔

○ واحوطهم على رسول الله ﷺ

رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں سب سے زیادہ حاضر باش۔

○ واحدبهم على الاسلام

اسلام پر سب سے زیادہ مہربان۔

○ وايمنهم على اصحابه

اور حضور علیہ السلام کے ساتھیوں کیلئے سب سے زیادہ بابرکت۔

○ واحسنهم صحبة

اور رفاقت میں سب سے بہتر۔

○ واكثرهم مناقبا

اور مناقب و فضائل میں سب سے بڑھ چڑھ کر۔

○ وافضلهم سوابق

اور پیش قدمیوں میں سب سے افضل و برتر۔

○ وارفعهم درجة

اور درجے میں سب سے اونچے۔

○ واقربهم وسيلة

اور وسیلے کے لحاظ سے حضور علیہ السلام کے سب سے زیادہ قریب۔

○ اشبههم برسول الله ﷺ هديا

اور سیرت میں رسول اکرم ﷺ کے سب سے زیادہ مشابہ۔

○ وسمة ورافة و فضلا و اشرفهم منزلة

عادت میں، مہربانی اور فضل میں صحابہ میں سب سے زیادہ بلند مرتبے والے۔

○ واكرمهم عليه واوثقهم عنده

اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم اور معتمد تھے۔

○ فجزاك الله عن الاسلام و عن رسوله خيرا

پس اللہ اسلام اور اپنے رسول کی طرف سے تم کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

- کنت' عنده بمنزلة السمع والبصر
اور آپ رسول اللہ ﷺ کیلئے بمنزلہ چشم و گوش تھے۔
- صدقت رسول الله ﷺ حین کذبه الناس
تم نے رسول اللہ ﷺ کی اس وقت تصدیق کی جب لوگوں نے تکذیب کیا۔
- فسماك الله عزوجل فی تنزیله صدیقا فقال والذی جاء بالصدق و صدق به الذی جاء بالصدق محمد و صدق به ابو بکر (الزمر:۳۳)
اسلئے اللہ نے اپنے کلام میں تم کو کہا والذی جاء بالصدق وصدق به سچائی لانے والے محمد ہیں اور انکی تصدیق کرنے والے ابوبکر ہیں۔
- واستیه حین بخلوا
اور تم نے رسول اللہ ﷺ کیساتھ اس وقت غم خواری کی جب لوگوں نے بخل کیا۔
- واقمت به عند المکاره حین عنهٗ قحدوا
اور تم ناخوشگوار حالات میں حضور علیہ السلام کے ساتھ اس وقت بھی جم کر کھڑے رہے۔ جب لوگ رسول اللہ سے بچھڑ گئے۔
- وصحبته فی اشدة اکرم الصحبة
اور تم نے سختیوں میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حق صحبت حسن و خوبی کے ساتھ ادا کیا۔
- ثانی اثنین و صاحبه فی الغار
تم ثانی اثنین (دو میں کا دوسرا) اور رفیق غار (ثور) تھے۔
- والمنزل علیه السکینه
(اور تم پر سکون نازل ہوا)
- ورفیقه فی الهجرة
اور تم ہجرت میں رسول اللہ ﷺ کے رفیق تھے۔
- وخلیفة فی دین الله وامته واحسن الخلافة حین ارتد الناس

اور اللہ کے دین اور امت رسول ﷺ کے تم ایسے خلیفہ تھے جس نے اس وقت خلافت کا حق ادا کیا' جب لوگ مرتد ہو گئے تھے۔

- وقمت بالامر مالم یقم به خلیفة نبی
اور تم نے خلافت کا ایسا حق ادا کیا جو کسی نبی علیہ السلام کے خلیفہ سے ادا نہ ہو سکا۔

- فنهضت حین وهن اصحابك
اور تم نے اس وقت مستعدی دکھائی۔ جب تمہارے ساتھی سست ہو گئے تھے۔

- وبرزت حین استکانوا وقویت حین ضعفوا
اور تم نے اس وقت جنگ کی جب وہ عاجز ہو گئے تھے اور جب وہ کمزور ہو گئے تو آپ قوی رہے۔

- کنت الزمت منهاج رسول الله ﷺ اذ هو وا
تم نے منہاج رسول اللہ ﷺ کو اس وقت تھاما جب لوگ پشت پھیر گئے۔

- کنت خلیفة حقا لم تنازع و لم تضدق برغم المنافقین و کبت الکافرین و کرہ الحاسدین و غیظ الباغین
تم نزاع وتفرقہ کے بغیر خلیفہ برحق تھے' اگرچہ اس سے منافقین کو غصہ' کفار کو رنج' حاسدوں کو کراہت اور باغیوں کو غیظ تھا۔

- وقسمت بالامر حین فشلوا
اور تم امر حق پر قائم رہے جب لوگ بزدل ہو گئے۔

- وثبت اذ تنحنحوا
اور تم اللہ کے نور کو لئے بڑھتے رہے جب لوگ ٹھہر گئے۔

- فاتبعوك فهدوا
پھر انہوں نے تمہاری پیروی کیا اور ہدایت پائی۔

- و کنت اخفضهم صوتا و اعلاهم فوقا
اور تمہاری آواز ان سب سے زیادہ پست تھی' مگر تمہارا رتبہ ان سب سے بلند تھا۔

- وامثلهم کلاما

تمہارا کلام سب سے زیادہ سنجیدہ تھا۔

- واصوبهم منطقا

اور تمہارا نطق سب سے زیادہ صحیح تھا۔

- واطولهم صمتا

اور تم سب سے زیادہ خاموش تھے۔

- وابلغهم قولا

اور تمہارا قول سب سے زیادہ بلیغ تھا۔

- واشجعهم نفسا

تم سب سے زیادہ بہادر تھے۔

- واعرفهم بالامور

سب سے زیادہ معاملہ فہم

- واشرفهم عملا

عمل کے لحاظ سے سب سے زیادہ اشرف تھے

- كنت والله للدين يعسوبا

خدا کی قسم تم دین کے سردار تھے۔

- اولا حين نفس عليه الناس و اخرا حين اقبلوا

جب لوگ دین سے ہٹے تو تم انکے آگے تھے اور جب وہ دین کی طرف آئے تو تم ان کے پیچھے تھے۔

- كنت للمومنين ابا رحيما حتى صاروا عليك عيالا

تم مومنوں کیلئے رحم دل باپ تھے۔ یہاں تک کہ وہ تمہاری اولاد بن گئے۔

- فحملت اثقال ماضعفوا

جن بھاری بوجھوں کو وہ اٹھا نہ سکتے تھے تم نے ان کو اٹھا لیا

- ورغبت ما اهملوا

اور جس چیز کو انہوں نے چھوڑ دیا تھا' تم نے ان کو اسکی رغبت دلائی۔

- وحفظت ما اضاعوا

اور جو چیز انہوں نے ضائع کر دی تم نے اس کی حفاظت کی۔

- وعلمت ما جهلوا

اور جسکو وہ نہیں جانتے تھے تم نے وہ چیز ان کو سکھائی۔

- وشهرت ما خضعوا

اور جب وہ عاجز درماندہ ہوئے تو تم نے تلوار کھینچ لی۔

- وحبرت اذجزعوا

اور جب وہ گھبرائے تو تم ثابت قدم رہے۔

- فادركت اوتار ما طلبوا او راجعوا برشد هم برايك فظفروا ونالوابك مالم يحتسبوا

نتیجہ یہ ہوا کہ تم نے انکی داد رسی کی اور وہ اپنی ہدایت کیلئے تمہاری طرف رجوع ہوئے اور کامیاب ہوئے اور جو چیز ان کے گمان میں بھی نہیں تھی' ان کو مل گئی۔

- كنت على الكافرين عذاباً صباً ولهباً

تم کفار کیلئے عذاب کی بارش اور آگ کا شعلہ تھے۔

- فطرت والله بفضائها

اللہ کی قسم! تم نے اوصاف و کمالات کی فضا میں پرواز کی۔

- وللمؤمنين رحمةً وانساً وحضماً

اور مومنوں کیلئے رحمت' انس اور پناہ تھے۔

- وفزت بجبائها و ذهبت بفضائلها

اور تم نے ان کا عطیہ پایا اور فضیلتیں حاصل کرلیں۔

- وادركت سوابقها

اور تو نے ان کی سبقتوں کو حاصل کرلیا۔

- لم تفلل حجتك

تمہاری حجت کو شکست نہیں ہوئی۔

- ولم تصنعف بصيرتك
تمہاری بصیرت کمزور نہیں ہوئی۔

- ولم تجبن نفسك
تمہارا نفس بزدل نہیں ہوا۔

- ولم يزغ قلبك ولم يحسر
تمہارا دل کج نہیں ہوا اور منحرف نہیں ہوا۔

- كنت كالجبل الذى لا تحركه العواصف
تم پہاڑ کی مانند تھے جس کو آندھیاں ہلا نہیں سکتیں۔

- كما قال رسول الله ﷺ امن الناس علينا فى صحبتك وذات يدك
جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم مالی اعتبار سے سب سے زیادہ احسان کرنے والے تھے۔

- وكنت كما قال ضعيفا
بقول رسول ﷺ تم جسما گو کمزور
فى بدنك قويا فى امر الله
تھے' لیکن اللہ کے معاملے میں قوی تھے۔

- متواضعا" فى نفسك عظيما عندالله' جليلا فى اعين الناس كبيرا فى انفسهم
اپنی ذات میں متواضع' اللہ کے نزدیک باعظمت اور لوگوں کی نظروں میں بزرگ۔

- لم يكن لاحد فيك مفتر ولا بقائل فيك مهمز
تمہاری نسبت نہ کوئی دھوکے میں تھا' نہ کوئی حرف گیری کر سکتا تھا۔

- ولا لاحد فيك مطمع
اور تم سے نہ کوئی (غلط) طمع رکھ سکتا تھا۔

- ولا لمخلوق عندك موادة

نہ تم کسی کی رعایت کرتے تھے۔

○ الضعيف الذل عندك قوى عزير حتى تاخذ بحقه والقوى عندك ضعيف ذليل حتى تاخذ منه الحق

ضعیف اور پست آدمی تمہارے نزدیک قوی تھا' جب تک کہ اس کا حق نہ دلاتے اور قوی تمہارے نزدیک ضعیف اور ذلیل تھا جب تک کہ تم اس سے حق نہ لے لیتے۔

○ القريب والبعيد عندك

دور و نزدیک دونوں قسم کے آدمی تمہاری

○ فی ذالك سواء

نگاہ میں یکساں تھے۔

○ اقرب الناس اليك اطو عهم لله واتقاهم له

جو اللہ کا سب سے زیادہ مطیع اور متقی ہوتا تھا' وہی تمہارا سب سے زیادہ مقرب تھا۔

○ شانك الحق والصدق والرفق

تمہاری شان حق' صدق' اور نرم تھی۔

○ قولك حكم و حتم

تمہارا اول حکم قطعی۔

○ وامرك حلم و حزم

تمہارا معاملہ بردباری اور دور اندیشی تھا۔

○ ورايك علم و عزم

اور تمہاری رائے علم و عزم تھا۔

○ فالله قلعت

تم نے فساد کا قلع قمع کر دیا۔

○ ونهج السبيل

اور راستہ ہموار ہو گیا۔

- وسهل العسير

مشکل آسان ہو گئی۔

- واطغيت النيران

آگ بجھ گئی' ہموار ہو گیا۔

- واعتدل بك الدين

اور دین معتدل ہو گیا۔

- وقوى بك الايمان

اور ایمان قوی ہو گیا۔

- و ثبت الاسلام والمسلمون

اسلام اور مسلمان مضبوط ہو گئے۔

- وظهر امر الله ولو كره الكافرون

اور اللہ کا امر غالب ہو گیا اگرچہ کفار کو ناگوار ہوا۔

- فسبقت والله سبقا بعيدا و تعبت من بعدك اتعابا شديدا

تم نے سخت سبقت کی اور اپنے بعد والوں کو تھکا دیا۔

- وفزت لغير فوزا مبينا

تم خیر سے کام یاب ہوئے۔

- فجللت عن البكاء

تم اس سے بالاتر ہو کہ تم پر ماتم کیا جائے۔

- وعظمة رثيك في السماء

اور تمہارا مرثیہ آسمانوں میں پڑھا جا رہا ہے۔

- وبدت مصيبتك في الانام

اور تمہاری مصیبت تمام دنیا میں ظاہر ہے۔

- انا لله وانا اليه راجعون

ہم اللہ کے فیصلے پر راضی ہیں اور اپنا معاملہ اسی کو سونپتے ہیں۔

- رضینا عن اللّٰہ قضاہ وسلمنا لہ امرہ

اور ہم اللہ کی قضاء پر راضی ہیں اور اپنا معاملہ اسی کے سپرد کرتے ہیں۔

- فواللّٰہ لن یصاب المسلمون بعد رسول اللّٰہ ﷺ بمثلك ابوا

اللہ تعالیٰ قسم! رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد تمہاری موت جیسا کوئی حادثہ مسلمانوں پر کبھی نازل نہیں ہوا۔

- کنت للدین عزا و حرزا و کھفا

تم دین کی عزت، جائے پناہ اور حفاظت گاہ تھے۔

- وللمؤمنین فئۃ وحصنا و غیثا

مومنوں کیلئے (تنہا) ایک گروہ، قلعہ اور دارالامن تھے۔

- وعلی المنافقین غلظۃ و غیظا

منافقوں کے واسطے سختی اور غضب تھے۔

- فالحقك اللّٰہ نبیك ﷺ

پس اللہ تعالیٰ تم کو تمہارے نبی ﷺ سے ملا دے۔

- ولا حرمنا اجرك

اور ہم کو تمہارے اجر سے محروم نہ کرے۔

- ولا اضلنا بعدی

اور ہمیں تمہارے بعد گم راہ نہ کرے۔

- فانا للّٰہ وانا الیہ راجعون

پس ہم اللہ کیلئے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

جب تک حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ خطبہ پڑھتے رہے۔ حاضرین خاموش رہے لیکن جب ختم کر چکے تو سب کی چیخیں نکل گئیں اور سب نے بیک آواز کہا ہاں! بیشک اے رسول اللہ ﷺ کے داماد آپ نے سچ کہا:

(ریاض النضرہ: ج ۱ ص ۱۸۳ وقلیل لفظی تغیر کے ساتھ کنز العمال بر مسند احمد بن حنبل: ج ۴ ص ۳۶۶)

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم ذكر عبدك الكريم الحريم۔

حررہ خویدم المسلمین

۲۹ محرم ۱۴۲۰ھ ۱۹۹۹ء

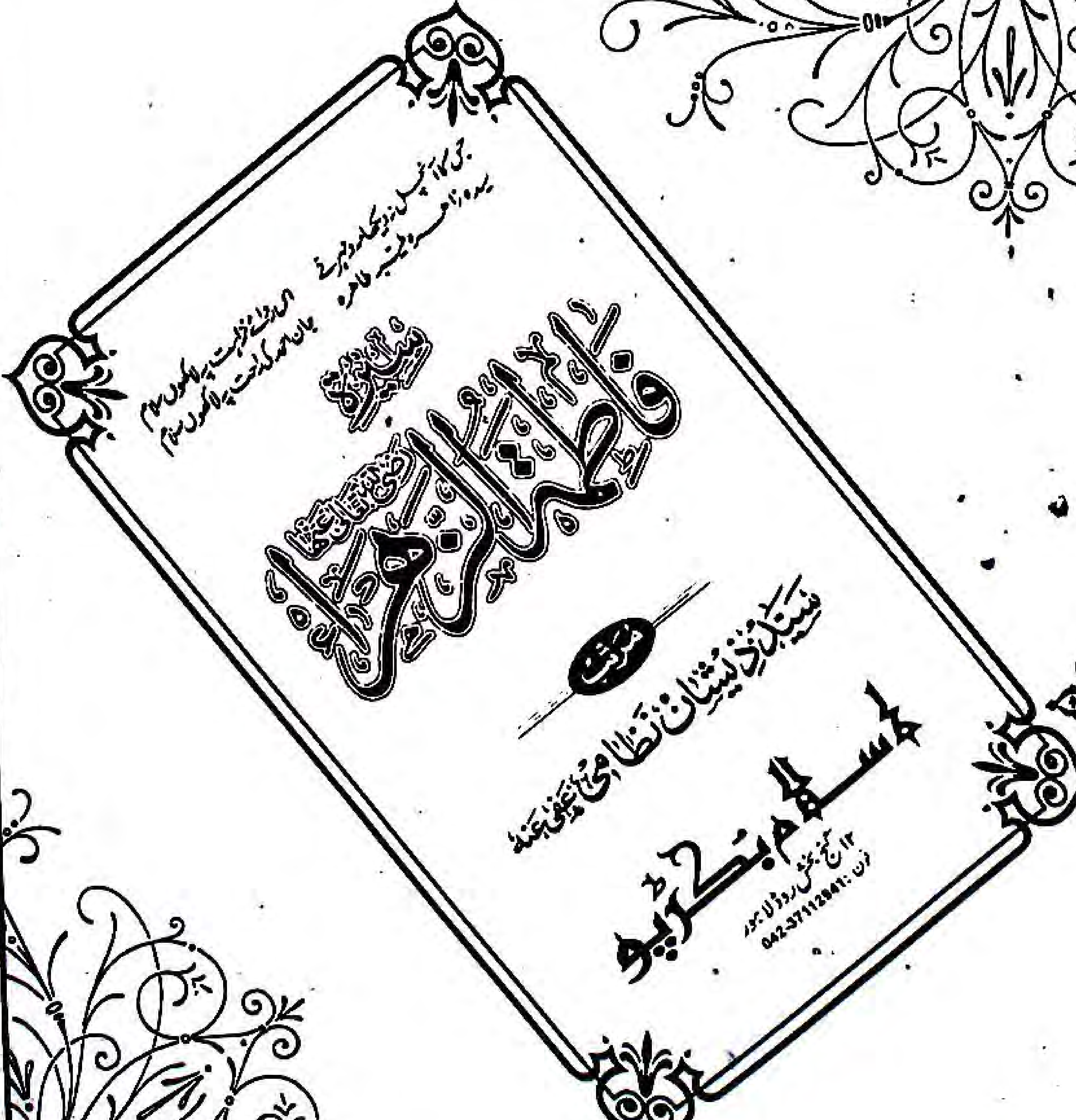
علی احمد سندیلوی عفی عنہٗ

بروز اتوار، بوقت تین بجکر

پچپن منٹ قبل از اذان فجر

اخوان المؤمنین پاکستان

۱۵۰۔ راوی روڈ پیر مکی لاہور



فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا
مرتب
سید ذیشان نظامی عفی عنہ
مسلم بک ڈپو
042-37112841



موطا امام مالک
حضرت امام مالک بن انس
مترجم


قرآن اور تعمیر سیرت
اوراد و وظائف
خزینۂ معرفت
پروگریسو بکس